آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۵ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

مطبع میگزین قادیان میں باہتمام منیجر میگزین بار دوم طبع ہو کر شایع ہوا۔ چندہ سالانہ عگ

امریکہ میں حامیان اشاعت اسلام

اشاعت اسلام کے متعلق ایک ہی وقت یہ دو خوشخبریاں مجھے پہنچی ہیں یعنی ایک صف احمدی قوم میں غیر ممالک میں دین اسلام پھیلانے کے
لئے نیا جوش اور دوسری طرف مسٹر محمد الگزنڈر رسل ویب صاحب میں اس رسالہ کی اشاعت کے لئے نیا جوش ویب صاحب نے چند ماہ ہوئے مجھکو
لکھا تھا کہ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور ادب انکے دل میں بہت ہی بڑا ہے مگر ابتک آپکے جملہ دعاوی کے قبول کرنے میں
انہیں تامل ہے جسپر میں نے صاحب موصوف کو لکھا تھا کہ آپ جو چاہیں اپنا اعتقاد رکھیں مگر اس امر پر غور کریں کہ رسالہ میں جو حضرت مسیح موعود
کا دعوی پیش کیا جاتا ہے آخر وہ بھی اسلام کی عزت کے لئے ہی کیا جاتا ہے یا کسی اور غرض سے اور اس کا بالآخر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اسلام کی
صداقت ہی ہے یا کچھ اور چونکہ ویب صاحب کا دل تعصب سے خالی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات انکے دل پر اثر کر گئی اور اب انہوں نے
اسقدر محنت رسالہ کے امریکہ میں پھیلانے کے لئے کی ہے جو انکے متعلق میری امید سے بھی بڑھکر ہے چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھکر ہزار سے زیادہ
کتب خانوں کی فہرست مجھے بھیجی ہے جہاں پر یہ بھیجنا چاہیے اور کئی سو مشہور اخبارات کے نام بھیجے ہیں میں انکی اس محنت کو دیکھکر
حیران ہوں کہ اگر انکے دل میں رسالہ کی عظمت اور اسکی اشاعت کا سچا جوش نہ ہوتا تو اتنا بڑا کام جو انہوں نے کیا ہے ناممکن تھا اور
پھر انہوں نے اور بھی بعض تجویزیں لکھی ہیں رسالہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ "میں یہ چاہتا ہوں کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اس ملک
کے ہزارہا عیسائیوں کے ہاتھ میں ہو کیونکہ یہ ایک بڑا عظیم الشان کام کر رہا ہے اور صداقت کا نور دنیا میں پھیلا رہا ہے میں اسکو بہت ہی
شوق اور دلچسپی سے پڑھتا ہوں کیونکہ یہ سچے اسلام کو پیش کرتا ہے اور ہمارے پاک مذہب کے متعلق ان غلط خیالات کو نہیں پھیلاتا جنمیں
آجکل کے دستی مسلمان کہلانے والے لوگ مبتلا ہو رہے ہیں میں اس بات کو محسوس کر رہا ہوں کہ آخرکار اس ملک میں یہ بڑے بڑے
نتیجے پیدا کر کے دکھا دیگا اور اسی لئے جہانتک میری طاقت ہے میں پوری پوری کوشش کر رہا ہوں کہ یہ رسالہ ان سب لوگوں
کے ہاتھوں تک پہنچ جاوے جنکے دل تعصب سے خالی ہیں اور جو سچے دل سے سچائی کی تلاش کر رہے ہیں" یہ ایک ایسے شخص کی رائے
ہے جو خود تحقیق کے بعد دین اسلام میں داخل ہوا اور جبتک اس سے بن سکا اشاعت اسلام کیلئے اپنا رسالہ جاری رکھا اب خدا تعالی
نے انہیں جوش دیا ہے کہ ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کریں انکے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جنپر اس کی اشاعت کی بہت امید ہے دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ
جماعت میں بھی اشاعت اسلام کے لئے اسوقت ایک خاص جوش ہے خدا تعالی نے جو جوش دونوں طرف دلوں میں پیدا کیا ہے صاف بتاتا ہے کہ منشاء الہی
اب اسلام کی راہ سے روکوں کو دور کرنیکا ہے احمدی احباب طرح طرح کی تجاویز لکھ رہے ہیں کہ کس طرح سے کافی چندہ جمع ہو سکتے ہیں ان خطوط کو الحکم
اور بدر میں شایع کر دیا جاویگا کہ مختلف مقامات کے احباب ان پر غور کر کے جو سب سے عمدہ تجویز ہو اسی کو اختیار کریں یہ وقت اب پوری ہمت دکھانیکا ہے کیونکہ ارادہ الہی
بھی اسوقت اسلام کیلئے خاص جوش میں ہے اگر ہم اپنی طرف سے اس پیغام کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں لیکر آئے ہیں اور جسکا مقصد یہ ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ
اس پیغام کو تمام دنیا کی مختلف بلاد میں پہنچادیں تو یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی اور انکی آنکھوں کے سامنے ہی یہ پودہ مختلف ممالک میں

جڑ پکڑ جاوے اور یہ جیسا کہ سنت اللہ ہے تدریجاً نشو و نما پاتا ہے اور جیسا جیسا روحوں کو سعادت کا حصہ ملا ہے ویسا ویسا ہی وہ اسکو قبول کرتی جاتی ہیں ہاں
ہمیں اپنی پوری ہمت اور زور کوشش کرنی چاہیے اسوقت کے لئے میں یہ بتاتا ہوں کہ کم از کم دو ہزار رسالہ باہر جانے لگے اور میں یہ خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ اسمیں سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام۔ سپرچوئلزم اور مخفی سوسائٹیاں

ڈی ایس مارگولیوتھ نے جو اکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں ایک کتاب اسلام پر لکھکر حال ہی میں شایع کی ہے جسکا نام محمد (صلعم) اینڈ دی رائیز آف اسلام ہے ہمنے اس کتاب کو پڑھا ہے . . . . مگر جہاں ہمنے بڑی خوشی سے اس کتاب کو اٹھایا تھا کہ پروفیسر عربی کی لکھی ہوئی ہے تو شاید اسمیں اسلام کے متعلق صحیح خیالات ظاہر کئے گئے ہوں اس سے بہت بڑھکر افسوس کیساتھ اس کتاب کو رکھنا پڑا لکھتے وقت پروفیسر مارگولیوتھ کو یہ امر مد نظر نہ تھا کہ اسلام کے متعلق صحیح واقعات کو پیش کریں اور لوگوں کے خیال کی غلطی کی اصلاح کریں بلکہ زیادہ تر اس بات کو انہوں نے ملحوظ رکھا ہے کہ انکی کتاب میں ایسی ایسی عجیب باتیں ہوں جو لوگوں کے لئے کشش کا باعث ہوں اور انکی اعجوبہ پسند طبیعت تاریخی واقعات سے الگ ہوکر نئی نئی دل خوش کن مسائل کی طرف متوجہ ہوگئی اور یوں ایک تاریخی کتاب کو ناول کے رنگ سے رنگین کر کے اسکی باتوں کو نہ صرف پایہ اعتبار سے ہی گرا دیا بلکہ اس سے مسلمانوں کا دل بھی دکھایا۔ تمہید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمریوں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "سپرنگر اور سر ولیم میور نے جو سوانحعمریاں آنحضرت ؐ کی لکھی ہیں وہ غالباً اسوقت تک علمی پایہ کی کتب میں شمار ہوتی رہیں گی جبتک کہ یورپ

---

* چونکہ سپرچوئلزم کے لئے مجھے کوئی موزون لفظ نہیں ملا اسلئے میں نے اصل انگریزی لفظ کو ہی اس مضمون میں استعمال کیا ہے لیکن مضمون سمجھنے کے لئے اسکی کسی قدر تشریح کردینی ضروری ہے سپرچوئلزم اس خیال یا اعتقاد کا نام ہے کہ موت کے بعد روحیں گھروں میں پھرتی رہتی ہیں اور زندوں کے ساتھ مختلف ذرایع سے کلام کرتی ہیں مثلاً دروازوں کو آہستہ آہستہ کھٹکھٹانے سے یا میز پر کھٹ کھٹ کرنے سے یا لکھکر یا کسی اور طرح مگر یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کیساتھ وہ اسطرح کلام نہیں کرتیں اور نہ ہر شخص کو انکی باتیں سمجھ آسکتی ہیں بلکہ بعض خاص طبیعتوں کے آدمی ایسی باتوں کے سمجھنے کے لئے موزون ہوتے ہیں اور انہیں کے بابمیں روحیں آتی ہیں اصل میں تو یہ خیال بہت پرانا ہے مگر مغربی ممالک میں آجکل ہی اسکا چرچا زیادہ پھیلا ہے ۱۸۴۸ء میں اسکی ابتدا ہوئی اور اسکا آغاز امریکہ میں ہوا جہاں دو عورتوں نے یہ ظاہر کیا کہ روحیں انکے دروازہ کو آکر رات کو کھٹکھٹاتی ہیں وہاں سے یہ خیال یورپ میں پھیلا اور اب ایک بڑا بھاری گروہ اس خیال کا ہے۔ اور بعض مشہور آدمیوں نے بھی ان امور کی تحقیقات کی ہے کہ آیا یا دعا صحیح ہے یا غلط جس نتیجہ پر وہ لوگ پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ اکثر حصہ اسکا بناوٹ یا عیاری کا ہی پیدا ہوتا ہے مگر کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جو ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکے وہ لوگ ہمارے ہاں کے جنات کی تسخیر کرنیوالوں کی طرح مدعیوں کو بلانیوالے اور انکی کھٹ

میں مشرقی تاریخ مطالعہ کرنیوالے موجود ہونگے باوجودیکہ میور کی کتاب میں عیسائی مذہب کی کھلی کھلی طرفداری پائی جاتی ہے اور سپرنگر کی کتاب میں علمی نقائص اور ناقابل اعتبار باتیں موجود ہیں "مگر میں افسوس سے کہتا ہوں کہ پروفیسر مارگولیوتھ کی کتاب ان دونوں سے نیچے گری ہوئی ہے اور نہ صرف اس میں تعصب اور روایات کے جانچنے میں لاپرواہی ہی کام لیا گیا ہے بلکہ عمداً بھی پروفیسر صاحب نے جہانتک کہ انکی طاقت تھی اپنے نئے اور عجیب خیالات کی تائید کے لئے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ انکو اسلام کے متعلق ایک اور کتاب لکھنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ میور کی کتاب کے بعد نئی نئی عربی تصنیفات چھپ گئی ہیں اور اسلئے نئی شہادت جو نہایت ضروری اور دلچسپ ہے پیدا ہو گئی ہے مگر دونوں کتابوں کو پڑھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخی طور پر میور کی کتاب پروفیسر مارگولیوتھ کی کتاب سے بہت بڑھکر قابل اعتبار ہے میور نے بڑی محنت سے کام کیا ہے اور ایک حد تک واقعات کو بگاڑا نہیں اور تمہید میں بعض اصول بھی بیان کئے ہیں کہ کونسی روایات قابل اعتبار ہیں اگرچہ آگے چلکر کئی جگہ ان اصولوں کو مدنظر نہیں رکھا مگر پروفیسر مارگولیوتھ نے اس محنت کے کام کو یونہی ٹال دیا ہے وہ کہتا ہے کہ روایات کے معتبر یا غیر معتبر ہونیکے متعلق میں گولڈزیہر۔ نولدیکے اور دلہاسن کے فیصلوں کو کافی سمجھونگا مگر یہ لکھتے وقت پروفیسر صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ کتاب کو لکھنے کیلئے عذر تو انہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ مسند احمد بن حنبل اور تفسیر جریر کے چھپ جانیکی وجہ سے نئی شہادت ہاتھ میں آگئی ہے پس ان پہلے علماء کا فتویٰ ایسی کتابوں کی روایتوں کے متعلق انکو کیونکر مل سکتا تھا اس سے صاف پایا جاتا ہے اور یہ پروفیسر صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ انہوں نے روایات کو فضول طور پر بھر دیا ہے اور یہ غور بھی نہیں کیا کہ کونسی روایت قابل اعتبار ہے اور کونسی نہیں حالانکہ خصوصاً تفسیر ابن جریر کی روایات کے متعلق اور ایک حد تک مسند احمد حنبل کے متعلق پوری تحقیقات اور چھان بین کے بعد روایات کو قبول کرنا چاہئے تھا مگر پروفیسر مارگولیوتھ نے یہ سمجھ لیا کہ چونکہ وہ ایک انگریزی یونیورسٹی میں پروفیسر عربی ہیں اسلئے جو کلمہ وہ اسلام کے متعلق منہ سے نکالیں وہ محض انکی پروفیسری کی وجہ سے قابل اعتبار اور مستند سمجھ لیا جاویگا شاید ہمارے علیگڑھ کے دوست جو عربی کے لئے انگریز پروفیسر منگوانیکی تجاویز سوچ رہے ہیں چاہتے ہیں کہ اسلام کی جو حالت ہوئی ہے وہ تو ہوئی ہے اب رہا سہا اسلام کا نام بھی مٹایا جاوے اور مسلمانوں کی عربی تعلیم بھی ان لوگوں کے سپرد کی جاوے جن کے رگ و ریشہ میں اسلام کے خلاف تعصب رچا ہوا ہے اور جو ہر طرح سے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تذلیل کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کیا مسلمانوں میں کوئی شخص بھی نہیں جو ان انگریزوں جتنی ٹوٹی پھوٹی عربی جانتا ہو؟

کچھ عرصہ ہوا انہیں پروفیسر مارگولیوتھ صاحب نے ایک لیکچر دیا تھا جس میں انہوں نے لفظ مسلم اور حنیف کا داؤنٹ ٹانگ، اصل اور معنی بتلائے تھے اس لیکچر کا ذکر اخباروں میں پڑھکر میں نے خیال کیا تھا کہ شاید پروفیسر صاحب نے محض سامعین کے خوش کرنیکو ان باتوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ سنجیدہ طور پر کوئی فہیم شخص ایسی لغو باتوں کو سنہ پر نہیں لا سکتا تھا مگر اب جب میں نے انکی کتاب کو پڑھا تو انہیں خیالات کا اظہار پھر اس کتاب میں پایا اگرچہ اب پروفیسر صاحب نے کسی قدر محتاط ہو کر ان بیہودہ خیالات کو ظاہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں "آخر کار ایک نام بھی اس نئے فرقہ کے لئے تجویز کرنا ضروری ہوا اور اتفاق سے یا سوچ سمجھکر اس فرقہ کا نام مسلم یا حنیف تجویز کیا گیا اب اس جگہ

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ یعنی مسلم اور حنیف دراصل وہ نام تھے جانسے مسلمہ* بنی حنیفہ کے بنی کے پیرو پکارے جاتے تھے؟ یا کوئی اور فرقہ تھا جو توحید پر قایم اور ابراہیم کے مذہب کا پیرو ہو جو اس نام سے مشہور ہو کیونکہ بعض عرب بائبل کے رو سے ابراہیم کی بھی نسل تھی؟ اسکا جواب ہم کچھ نہیں دے سکتے" اگر پروفیسر صاحب ان سوالوں کا بھی جواب نہ دے سکتے تھے تو انہیں لکھنے کیوں بیٹھ گئے تھے مسلمہ اور حنیفہ کے الفاظ پر پروفیسر صاحب نے زور دیا ہے جس سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم اور حنیف دراصل انہیں سے لئے گئے ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کی ہی نقل کی تھی یہ ہر یورپین تاریخ دانی کہ ایک شخص جو تمام یورپ میں علوم عربی اور تاریخ عربی کا فاضل سمجھا جاتا ہے وہ ایسی جہالت تاریخ سے دکھاتا ہے جسپر ایک بچہ بھی ہنسے گا۔ لفظ مسلم کا استعمال قرآن شریف کی ابتدائی مکی سورتوں میں پایا جاتا ہے حالانکہ مسیلمہ کذاب فتح مکہ کے بھی بعد ظاہر ہوا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال پہلے لفظ مسلم صیغہ واحد یا جمع میں مذکر یا مونث قریباً پچپیس دفعہ مکی سورتوں میں آیا ہے جنمیں سے بہت سی سورتیں ایسی ہیں جو متفق طور پر ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ مانی گئی ہیں مثلاً حٰم السجدہ۔ الزخرف۔ والذاریات القلم۔ الجن وغیرہ اور یہ وہ زمانہ تھا جب نہ مسیلمہ کذاب کو کوئی جانتا تھا اور نہ ہی اسکے کوئی پیرو تھے۔ بنی حنیفہ یمامہ کی ایک عیسائی قوم تھی جنہوں نے ہجرت کے نویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا اور انہیں میں مسیلمہ بھی شامل تھا۔ اسوقت بھی وہ ایک غیر معروف شخص تھا مگر مدینہ سے جب وہ پھر اپنے ملک میں واپس آیا تو اسوقت اس نے دعویٰ نبوت کیا اسی وقت ایک دو اور کذاب بھی مدعی نبوت ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی کو دیکھکر یہ خیال کیا کہ شاید دعویٰ نبوت سے ہی آدمی بڑا بن سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے انکو ایک دو سال کے عرصہ میں ہی تباہ کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اور بھی روشن کردیا اور دکھادیا کہ اسکے حضور سے صرف سچے کو ہی نصرت ملتی ہے اور کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین بالکل سچا کلام ہے یعنی کوئی شخص جو افترا علی اللہ کرے اور کہے کہ فلاں وحی خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے حالانکہ اسکا اپنا ہی افترا ہو ایسے شخص کو خدا بہت جلدی ہلاک کردیتا ہے نہ اسکو مہلت دیجاتی ہے اور نہ ہی تائید و نصرت دیجاتی ہے افسوس ہے کہ آج کل مسلمان حضرت مسیح موعود کے دعوے کے سبب سے اور اس سبب سے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے منشا کے مطابق آپکے دعویٰ کی تصدیق کردی اس آیت کے اس مضمون سے بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ان تمام مفتریوں کو ایک دو سال کے اندر اندر ہی ہلاک کرکے بتادیا تھا کہ اس آیت کا منشاء واقعی یہی ہے کہ مفتری کو اللہ تعالیٰ کبھی اتنی مہلت نہیں دیتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگئی مگر جب حضرت مسیح موعود نے اس دلیل کو اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش کیا کہ میں پچیس سال سے برابر یہ کہہ رہا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھپر اپنا کلام نازل فرماتا ہے

* پروفیسر صاحب کی تاریخدانی کا یہ پہلا نمونہ ہے کہ مسیلمہ کا بجائے کذاب کے نام مسلمہ لکھا ہے منہ

پس اگر میں مفتری ہوتا تو خدائے تعالیٰ اپنے اس وعدے کے موافق جو آیت لو تقول میں پایا جاتا ہے مجھے کبھی کا ہلاک کر دیتا حالانکہ میری اس وحی کا زمانہ پچیس سال یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے بھی گذر گیا ہے پس اب میرا انکار کرنے سے اس آیت کلام مجید کی تکذیب لازم آتی ہے غرضیکہ جب یہ باتیں پیش کی گئیں تو حالانکہ مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ قرآن شریف کے الفاظ کے صاف معنوں کے رو سے اور اس امر پر غور کر کے کہ خدائے تعالیٰ نے اسی زمانہ میں کیونکر ان الفاظ کی تصدیق کذابوں کے ہلاک کرنے سے کر دی وہ ان باتوں کو تسلیم کرتے انکار پر اور بھی اصرار کیا درحالیکہ اسوقت انکار کرنے سے خدا کے کلام کی ہتک ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بیّن اور قاطع دلیل کو ردّ کرنا پڑتا ہے اب میں اصل کلام کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ مسیلمہ کذّاب کا نام تو اُسوقت معلوم ہوتا ہے جب مکہ بھی فتح ہو چکا اور اسکا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند ماہ ہی پہلے شروع ہوتا ہے لیکن پروفیسر مارگولیوتھ کہتا ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مسیلمہ سے مسلم کا نام نبی کریم نے لیا ہے یا نہیں کیا اسی تاریخدانی پر لائیف لکھنے بیٹھ گئے تھے پھر یہ کہنا کہ حنیف کا نام بنی حنیفہ سے لیا گیا ہے جو مسیلمہ کی قوم تھی اور بھی حماقت کا ثبوت دیتا ہے کیا حنیف کا لفظ پہلے لغت میں موجود نہ تھا؟ اور بنو حنیفہ کے وفد کے آنے سے بہت پہلے یہ لفظ قرآن شریف میں استعمال ہو چکا تھا یہ ہیں یورپ کے محقق جنکی باتوں کو ہمارے وہ مسلمان جو وحی اور الہام کے منکر ہیں وحی اور الہام سے کم نہیں سمجھتے۔

پروفیسر مارگولیوتھ صرف تاریخ سے ہی ناواقف نہیں بلکہ عربی زبان کی لغت سے بھی وہ ایسا ہی ناواقف ہے چنانچہ لفظ مسلم کی ایک نئی تشریح آپ کو سوجھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "لفظ مسلم کے قدرتی معنے دغاباز کے ہیں جب فریق یعنی مسلمانوں کی ہجو لوگوں نے شروع کی تو اس لفظ مسلم کی بنا پر وہ ان سے بہت ہنسی کرتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا لفظ اختیار کر کے کسقدر بھدا مذاق دکھایا مگر اسکو بعد میں ایک معزز معنے دینے میں بڑی ذہانت دکھائی" یہاں پروفیسر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلم کا نام ابتدا ہی میں اختیار کیا گیا تھا کیونکہ ہجو ابتدا میں ہی شروع ہو گئی تھی "قدرتی" معنوں سے پروفیسر مذکور کی کیا مراد ہے میری سمجھ میں نہیں آیا اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ سارا صحیفہ قدرت تعویذ بنا کر پروفیسر صاحب کے دماغ میں رکھدیا گیا ہے تو شاید "قدرتی" معنوں سے وہ معنے مراد ہوں جو انکے دماغ نے تراشے ہیں ورنہ اس اصطلاح کی تشریح پروفیسر صاحب خود ہی کچھ کریں تو کریں اور چونکہ انہوں نے لفظ مسلم کے ایک "قدرتی" معنے تجویز کر لئے ہیں اسلئے شاید لغت کو بھی نہ انہیں بہرحال ناظرین کے لئے لغت کا پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا میں نے قاموس تاج العروس۔ لسان العرب کو جو اہل اسلام کی لکھی ہوئی لغت کی کتابیں ہیں دیکھا ہے اور عیسائی مصنفین میں سے لین پول کی مشہور عربی انگریزی ڈکشنری اور سٹائن گاس کی ڈکشنری اور اقرب الموارد کو دیکھا ہے مگر ان میں لفظ مسلم کے معنے دغاباز مجھے کہیں نہیں ملے شاید پروفیسر صاحب کو لفظ اسلم کے معنوں سے غلطی لگی ہو جسکی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ عربی زبان کے محاورات سے وہ ناواقف ہوں جب ہم کہتے ہیں اسلم فلان فلانا تو اس کے معنے ہوتے ہیں فلاں شخص نے فلاں شخص کو ہلاک ہونے کیلئے چھوڑ دیا۔ اسلمتہ میں نے اسکو اس شخص کے ہاتھ

میں چھوڑ دیا جو اسے مارنا یا زخمی کرنا چاہتا تھا اسلم الرجل یا اسلم العدو۔ اس نے اس شخص کو یا دشمن کو چھوڑ دیا یا اس کی مدد نہ کی لیکن اگر اسلم بغیر کسی مفعول کے آئیگا تو اسوقت اسکے معنوں میں ہلاکت وغیرہ کے لئے چھوڑنا ہرگز نہ پایا جائیگا۔ میں پروفیسر مارگولیوتھ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ کسی عربی علم ادب کی کتاب سے یا کسی لغت سے بغیر مفعول کے اسلم کے معنے ہلاکت کے لئے چھوڑ دینگے ہرگز نہیں دکھلا سکتے نہ کبھی اہل زبان نے صرف اسلم کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے یہ ایک خاص صورت محاورہ کی ہے آپ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلم کے اصل معنے سپرد کر دینگے ہیں اور جب اسلم الرجل کہتے ہیں تو اسمیں اہل زبان نے اپنے محاورہ میں ہلاکت کا خیال غالب کر دیا ہے ورنہ اسلم کے معنوں میں ہلاکت نہیں پائی جاتی دیکھو لسان العرب تاج العروس لین پول علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب ہم کسی فعل سے اسم فاعل بناتے ہیں تو اسمیں فعل کے کل مفہوم نہیں پائے جاتے بلکہ جن معنوں کے لئے اہل زبان نے اسم فاعل کو وضع کیا ہوگا صرف وہی معنے اس میں پائے جائینگے مثلاً اسلم کے معنے بیعانہ دینے کے بھی ہیں مگر مسلم کبھی بیعانہ دینے والے کو نہیں کہیں گے پروفیسر صاحب کو عربی زبان کی تعلیم دینے کے لئے ابھی کچھ اور واقفیت عربی زبان سے حاصل کرنی چاہیئے اور انکو تحریر میں زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیئے کیونکہ عوام انکو فاضل عربی سمجھکر انکی بات کو صحیح مان لیں گے۔

پروفیسر مارگولیوتھ کا مقصد کتاب لکھنے میں یہ نہ تھا کہ انگریزی پبلک کے سامنے درست واقعات اسلام کے متعلق پیش کریں بلکہ اصل غرض انکی یہ تھی کہ کوئی ایسی ایسی دلچسپ اور عجیب نئی باتیں پیش کریں جو اس کتابوں کی کثرت کے زمانے میں ناول کا کام دے کر کتاب کی فروخت کو بڑھائیں اور اس مدعا کو انہوں نے حاصل بھی کر لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام اصل میں ایک مخفی سوسائٹی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک میڈیم تھے جس سے اصطلاح سپرچولزم میں ایسا شخص مراد ہے جو روحوں کو بلاتا اور ان سے سوالوں کے جواب پوچھتا ہے اس مضمون میں میرا منشا صرف عام طور پر بحث کرنیکا ہے اور اسلئے جسقدر تفصیلات پروفیسر صاحب نے دی ہیں میں اسجگہ انکا جواب نہ دونگا ہاں مثال کے طور پر میں ایک موقع پر پروفیسر صاحب کی کتاب کا پیش کرتا ہوں جس سے ناظرین یہ قیاس کرنیکے قابل ہو جائینگے کہ کس قسم کے دلائل سے پروفیسر صاحب نے اپنے دعووں کو ثابت کیا ہے الجاحظ کی کتاب البیان کا حوالہ دیکر جو مذہبی کتاب نہیں بلکہ علمی کتاب ہے اور اسکا مصنف عمرو بن بکر معتزلی ہے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نقاب اوڑھے رہا کرتے تھے اور اسکو اس دعوے کے ثبوت میں کہ اسلام ایک مخفی سوسائٹی تھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں پروفیسر صاحب نے شاید بہت تکلیف سے ایسا موقع تلاش کیا ہوگا اور اب جب انکو معلوم ہوگا کہ عربی الفاظ کے معنے صحیح نہ سمجھنے سے یہ انکو غلطی لگی ہے تو شاید انکو بڑا صدمہ پہنچیگا جاحظ کی کتاب البیان کے اس مقام پر جس کا حوالہ پروفیسر مذکور دیتے ہیں اصل عبارت یہ ہے "والقناع من سیماء الرؤ

---

* اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک خاص فضل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں حضرت مولوی نور الدین صاحب کے وجود با برکت سے جہاں اور بڑی بڑی

والدلیل علی ذٰلک والشاھد الصادق والحجۃ القاطعۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایکاد یریٰ الا مقنعاً یعنی قناع سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں کی نشانی ہے اور اسپر دلیل اور شاہد صادق اور حجت قاطع یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مقنع دیکھے جاتے تھے (البیان جلد ۲ صفحہ ۷۹) اس عبارت میں پروفیسر مارگولیوتھ نے لفظ قناع سے مراد چہرے کا نقاب لیا ہے اور مقنع سے یہ مراد لیا ہے کہ آپ چہرے پر ہمیشہ نقاب اوڑھے رہا کرتے تھے یا تو یہ انکو غلطی لگی ہے اور انہوں نے قناع اور مقنع کے معنوں کی تحقیقات نہیں کی اور یہ بہت قابل افسوس امر ہے کہ ایک شخص پروفیسر عربی ہو کر دنیا میں ایک کتاب شائع کرتا ہے اور احتیاط اور تحقیق سے کام نہیں لیتا یا اگر انکو اس لفظ کے معنے معلوم تھے تو انہوں نے عمداً دھوکا دیا ہے جو اور بھی زیادہ قابل افسوس بات ہے پروفیسر صاحب اگر عبارت مذکورہ بالا کے سیاق سباق کو ہی دیکھتے تو ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے کیونکہ صاحب کتاب لکھتا ہے کہ قناع سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں کی نشانی ہے اب اگر ایک شخص کا سر چکرایا ہوا نہ ہو تو وہ سمجھ لیگا کہ چہرے پر نقاب ڈالکر باہر نکلنا تو بڑے آدمیوں کی نشانی کسی ملک میں کبھی نہیں ہوئی ممکن ہے کہ البیان کے اس طرز بیان سے آپ کو دھوکا لگا ہو کہ لڑائیوں میں جو لوگ مقنع ہوتے تھے انکے پہچاننے کے لئے کسی علامت کی ضرورت ہوتی تھی اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو گرد و غبار کی وجہ سے عمامہ کے ایک حصہ کو منہ کے آگے سے وہ ایسی صورت میں پیچ دیا کرتے تھے جس سے سانس کے ساتھ بہت گرد و غبار اندر نہ جائے اور دوسرا یہ کہ خود جنگ کا موقع ایسا ہوتا ہے کہ وہاں شناخت مشکل ہوتی ہے ایک فاصلہ زیادہ اور دوسرا جنگ کا گھمسان یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جاحظ نے عمامہ کے ذکر میں قناع کا ذکر کیا ہے حالانکہ اگر قناع سے مراد نقاب ہوتی تو عورتوں کے لباسوں میں اسکا ذکر آتا پروفیسر صاحب کے زیادہ اطمینان کے لئے میں نیچے لغت کے حوالے دکھاتا ہوں کہ قناع کیا مراد ہے

مجمع بحار الانوار میں لفظ قناع کے نیچے یہ عبارت ہے وفی حدیث الھجرۃ ھٰذا رسول اللہ مقبلاً مقنعاً ای الملقی علیٰ راسہ ازاراً لدفع الحر یعنی مقنع سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک کپڑا گرمی کے روکنے کے لئے سر پر ڈالا تھا اور پھر آگے چلکر لکھا ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن راسہ ویکثر القناع کانہ ثوب زیات الدھن (والقناع ماتقنع المرأۃ راسھا) یعنی یکثر

بقیہ حاشیہ بڑی بڑی برکات لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں مذہب پر لکھنے والا اس برکت کو خاص طور پر محسوس کرتا ہے کہ نہ ہر وقت کے دقت صرف وہ آپ کے علوم اور وسیع تحقیقات سے ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے بلکہ ہر ایک قسم کی کتاب جو کسی بڑے بڑے کتب خانہ میں ہی ہو گی یہاں فی الفور مل جاتی ہے راقم مضمون حضرت مولانا موصوف کے ان احسانوں اور برکات سے مستفید ہو کر اپنے دل میں انکے لئے دعا کے واسطے جوش پاتا ہے اور میں اس بات کا ذکر اس لئے اس جگہ کرتا ہوں کہ اگر ان مضامین کے پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی کبھی جوش دعا پیدا ہو تو وہ حضرت مولانا موصوف کے لئے بھی ضرور دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں بڑی برکت دیوے اور اپنے سچے مذاہب اور پاک سلسلہ کی خدمت کا کام مدت تک ان سے لے۔ منہ

اتخاذ القناع عند الدھن لیحفظ العمامۃ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کو اکثر تیل لگاتے تھے اور قناع کا استعمال بھی اکثر کرتے تھے گویا کہ وہ تیل بیچنے والے کا کپڑا تھا (اور قناع وہ کپڑا ہے جو عورت سر پر اوڑھتی ہے) مطلب اسکا یہ ہے کہ تیل لگا کر اکثر قناع اوڑھ لیا کرتے تھے تاکہ پگڑی تیل سے بچی رہے اور یہ بھی ہے القناع خرقۃ یلقی علی الراس بعد استعمال الدھن لئلا یتسخ العمامۃ شبھۃ بقناع المراۃ یعنی قناع ایک کپڑا ہے جو تیل کے استعمال کے بعد سر پر ڈال لیا جاتا ہے تاکہ پگڑی میلی نہ ہو اور اسکو عورت کے قناع کیساتھ تشبیہ دی ہے ان تمام روایات اور تشریحوں سے ثابت ہے کہ قناع سر پر ڈالنے کا کپڑا تھا نہ چہرے کا نقاب اور اسکی غرض پگڑی کو تیل سے بچانا تھی یا گرمی وغیرہ کو روکنے کی ایسا ہی مجمع بحار الانوار میں قناع کو طیلسان سے مشابہت دی ہے اور لین صاحب اپنی ڈکشنری میں طیلسان کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک کپڑا ہوتا ہے جو سر سے دونوں کندھوں پر ڈالا جاتا ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ آج کل بھی عربی ممالک میں علما و فضلا اسکو خاص طور پر پہنتے ہیں پس اگر پروفیسر صاحب کا شک کسی طرح رفع نہ ہوتا ہو تو وہ مصر یا شام میں جا کر دیکھ لیں کہ آیا وہاں علما نقاب پہنتے ہیں یا قناع کسی اور چیز کا نام ہے ایسی ہی تشریح لسان العرب میں قناع کی دی ہے اور لکھا ہے کہ مقنع بالحدید اس شخص کو کہتے ہیں جو سر پر خود پہنے ہوئے ہوتا ہے کیونکہ "قناع کا مقام سر ہی ہے" اور لبید کا یہ شعر نقل کیا ہے فی کل یوم ھامتی مقرعۃ قانعۃ ولم تکن مقنعۃ یعنی ہر روز میری کھوپری پر چوٹیں لگتی ہیں وہ برہنہ ہے اور اسپر کوئی خود نہیں تاج العروس اور اقرب الموارد میں بھی یہی تشریح قناع اور مقنع کی کی ہے مگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی کافی سے بڑھکر ہے اب بھی اگر پروفیسر مارگولیوتھ صاحب نہ سمجھیں تو یہ انکی کھوپری کا قصور ہے۔

یہ مثالیں کافی طور پر اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ پروفیسر مارگولیوتھ کی علمی قابلیت اور تاریخدانی کس پایہ کی ہے اور اسی قسم کے دعووں پر پروفیسر صاحب کے سارے لغو خیالات کی بنیاد ہے تاریخی طور پر یہ کتاب کسی قابل نہیں اور میور سے بہت کم پایہ کی ہے ہاں عیسائی صاحبان کے لئے اگر اس میں دلچسپی ہے تو صرف یہ کہ اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے نبی کے سپرچولسٹ واسطہ قرار دیا ہے اور اسلام کو مخفی سازش کہا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار قرار دیا ہے بلکہ پروفیسر صاحب کے نزدیک ابوبکرؓ ہی لوگوں کو مسلمان بناتا تھا اور آنحضرتؐ دعوت نہ کرتے تھے چنانچہ وہ صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ دعوت کرنا اور مرید بنانے کا کام ابوبکر ہی کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ انہوں نے ہی شروع کیا لیکن جب انکے دعوی کو ثابت کرنیکے لئے مثالوں کی ضرورت پڑی جنسے یہ ثابت ہو کہ واقعی حضرت ابوبکر ہی سلسلہ کے قایم کرنیوالے تھے نہ حضرت رسالتپناہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پروفیسر صاحب کی بیہودگی اور انکا جھوٹ خود کھل گیا اور انکو ماننا پڑا کہ ایک ہی واقعہ ہے انہوں نے یہ سارے نتایج نکالے ہیں اور اسی پر انہوں نے اپنے لغو دعووں کی کل عمارت بنائی ہے اور اس ایک واقعہ سے بھی اس سے بڑھکر کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو اسلام قبول کرنیکی دعوت کی پھر اسکے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اس سازش میں اکیلے حضرت ابوبکر ہی شامل نہ تھے بلکہ شریک سازش بلال رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے انکی نسبت کہا کہ بلالؓ اسلام کا تیسرا حصہ ہے حضرت عمرؓ کے ان صاف الفاظ کو

جنکا کھلا کھلا منشاء یہ پایا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے میں بلال رضی اللہ عنہ تیسرا آدمی تھا توڑ مروڑ کر پروفیسر مارگولیوتھ ان سے یہ معنے نکالنا چاہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی علم تھا کہ اس سازش میں تیسرا سازشی بلال ہے اگر یہی طرز تق معنے کرنیکا درست ہے تو پھر پروفیسر صاحب کو اختیار ہے کہ جن الفاظ سے جو معنے چاہیں نکالیں۔

یہ خیال کہ مسلمانوں کی سوسائٹی ابتدا میں ایک مخفی سوسائٹی تھی ایسا لغو ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی خواہ وہ دشمن اسلام ہی کیوں نہ ہو ایک لمحہ کیلئے بھی اسے صحیح تسلیم نہیں کرسکتا مخفی سوسائیٹیوں کی ایک موٹی مثال ہمارے زمانہ میں فری میسنوں کی سوسائٹی ہے جو مدت سے چلی آتی ہے شاید بہت کم لوگ ہونگے جو اس بات سے واقف نہ ہوں کہ اس سوسائٹی میں لوگ کس طرح داخل کئے جاتے ہیں اور پھر وہ آسانی سے اسلامی تاریخ کو پڑھکر یہ مقابلہ کرسکتے ہیں کہ آیا اسلام میں لوگ اسی طرح داخل کئے جاتے تھے مخفی سوسائیٹیوں کا سب سے ضروری اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو ابھی داخل نہیں ہوئے اپنے اصول سے اطلاع نہ دیجاوے اگر کسی سوسائٹی میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو اسکو مخفی کہنا حماقت ہے اب اگر اسلام کی ابتدائی حالت پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ نہ صرف کسی مسلمان سے شروع سے لیکر آخر تک کبھی یہ اقرار نہیں لیا گیا کہ وہ اصول اسلام کو کفار پر ظاہر نہ کرے بلکہ وہ اسلام میں داخل ہوتے ہی یہ بھی اپنا فرض سمجھتا تھا کہ اپنے پاک اصول کی تبلیغ کفار کو بھی کرے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے اور بت پرستی کی کھلے کھلے الفاظ میں مذمت کرتے تھے قرآن شریف کی ہر ایک آیت جیسے جیسے نازل ہوتی تھی معاً دشمنوں اور دوستوں کے اندر مشتہر کیجاتی تھی بلکہ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اسکی کتاب کا لفظ لفظ ابتدا سے اور ساتھ ساتھ ہی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مشتہر ہوجاتا تھا ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی خیال کرسکتا ہے کہ اگر اسلام ایک مخفی سوسائٹی ہوتی تو ابتدا میں جو تکالیف مسلمانوں کو دیجاتی تھیں دیجاتیں۔ جب کفار کو انکے اصول ہی معلوم نہ تھے اور نہ پتہ ہی تھا کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے تو انکا سر جکپایا تھا جو وہ بیوجہ مسلمانوں کو دکھ دیتے اور گھروں سے نکالتے جس رسول کو پہلا حکم یہی ہوتا ہے کہ قم فانذر یعنی اٹھو اور کفار کو آنیوالے عذاب سے ڈراؤ وہ اس پیغام کو مخفی رکھکر کیونکر اپنے فرائض کو پورا کرسکتا تھا ہاں کفار یہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مداہنت کا پہلو اختیار کریں اور انکے بتوں کی مذمت پسند نہ دیں تو وہ بھی چپ رہیں گے ودوا لو تدھن فید ھنون۔ (القلم) مگر خدائے تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی اور حکم ہوا کہ انکی بات کو نہ مانو بلکہ جو احکام تمہاری طرف بھیجے جاتے ہیں انکو پھاڑ پھاڑ کر بیان کرو مگر اصول اسلام پہلے ہی مخفی رکھے جاتے تو اللہ تعالیٰ ودوا لو تدھن نازل نہ فرماتا یہ آیات بالاتفاق ابتدائی زمانہ نزول وحی کی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں کبھی بھی اخفا کا رنگ نہیں آیا۔

پروفیسر مارگولیوتھ نے یہ نہیں بتایا کہ مخفی سوسائٹی کے بنانے کی غرض کیا تھی کیا اس سوسائٹی کا یہ منشا تھا کہ قریش کی طاقت کو توڑ کر ایک نئی حکومت قائم کی جاوے کیونکہ مخفی سوسائیٹیوں کی کوئی نہ کوئی پولیٹکل غرض ضرور ہوتی ہے اگر یہی غرض تھی۔ تو بت پرستی کے دور کرنیکا بیڑا کیوں اٹھایا گیا کیونکہ اس سے تو اس غرض کے حاصل کرنے میں بجائے مدد ملنے کے مشکلات پیدا ہوتی تھیں وہ پاکیزگی جس کے حاصل کرنیکے لئے قرآن شریف بار بار زور دیتا ہے اسکو مخفی سوسائٹی سے کچھ تعلق نہ ہوسکتا تھا قرآن شریف

ابتداء سے ہی اسی بات پر زور دے رہا تھا کہ آنحضرت صلعم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں مگر اصلاح کرنیوالے کا مدعا اخفا سے کب حاصل ہو سکتا ہے آخر ایک بات کرنیکے لئے انسان کو اسکی پس و پیش بھی دیکھنی چاہیے جسقدر اعلان اسلام نے دنیا میں کیا ہے دوسرے کسی مذہب نے نہیں کیا اسکی کتاب گھروں میں اور مجلسوں میں باآواز بلند پڑھی جاتی اور پھر نماز کے لئے بلانے وقت بھی اپنے اصول کا اعلان ہی کیا جاتا اسقدر اعلان کے ہوتے ہوئے جو شخص اخفا کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے اسی جاہل کہنا پڑتا ہے آج بھی اسلام میں ایک مصلح موجود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کسطرح باآواز بلند لوگوں کو حق کی طرف بلا رہا ہے اگر اسلام کی ابتدا اخفا کے رنگ میں ہوتی تو ضرور تھا کہ اسمیں مصلح بھی ایسے ہی پیدا ہوتے علاوہ ازیں جو مصائب صحابہ رضی اللہ عنہم نے برداشت کیں اور جو قربانیاں انہوں نے مذہب کی خاطر کیں اور جو استقلال اور صبر انہوں نے دکھایا ایک مخفی سوسائٹی میں یہ باتیں ہرگز نہیں مگر ایک لغو خیال کی تائید کے لئے پروفیسر صاحب کو ایک اور لغو خیال پیش کرنا پڑا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک سپر یچولسٹ واسطہ تھے یہ دونوں خیال ایسے ہیں کہ ایک کے جھوٹا ثابت ہونیسے دوسرا خود ہی جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے مگر میں انکے اس دوسرے خیال کی کسی قدر تشریح الگ بھی ضروری سمجھتا ہوں اس دوسرے خیال کی تائید میں پروفیسر صاحب تین باتیں پیش کرتے ہیں یعنی چہرے پر نقاب ڈالنا جسکی حقیقت میں اوپر بیان کر چکا ہوں خلوت کو پسند کرنا اور نزول وحی کیوقت ایک خاص حالت کا طاری ہونا خلوت پسندی کے متعلق میں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کے شروع کرنیکے لئے خلوت کو پسند کیا بلکہ آپ فطرتاً ہی تنہائی پسند تھے لڑکپن کے زمانے میں آپ کو بچوں کے ساتھ ملکر کھیلنے کا شوق نہ تھا۔ جوانی میں بھی کبھی آپ لغو مجلسوں میں شریک نہ ہوتے اور نزول وحی سے بہت مدت پہلے آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ ایک مہینہ ہر سال میں گوشہ تنہائی میں بیٹھکر خدا ئے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے اب اگر وہ لوگ جو سپر یچولزم کے دائرے کے اندر واسطہ یا وسیلہ کہلاتے ہیں وہ بھی اپنا کام خلوت میں ہی کرتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک خلوت پسند آدمی ایسا ہی ہوتا ہے پروفیسر صاحب کا خاص منطق ہے انبیاء علیہم السلام ایسے وقت میں مبعوث ہوتے ہیں جو تاریکیوں اور غفلتوں اور گناہوں کے سیلاب کا وقت ہوتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ابتدا سے ہی پاک رہیں اور دنیا کے کسی گند میں ملوث نہ ہوں اسلئے انکو فطرت ہی ایسی دیتا ہے کہ وہ ناپاک آدمیوں کی صحبت سے کنارہ کش رہتے ہیں اور انکی طبیعت ہی خلوت پسند بنائی جاتی ہے مثلاً عرب کی حالت کو دیکھو کہ کس قسم کے ذلیل انکے عقیدے اور کس قسم کی گندی انکی کارروائیاں تھیں اور اخلاقی اور تمدنی قوانین سے وہ ایسے ناآشنا تھے جیسے کسی جنگل کے وحشی اسلئے وہ پاک اور مقدس انسان جسکو خدا نے ابتدا ہی سے پاک بنایا تھا ان لوگوں کیساتھ مل سکتا تھا بلکہ جب آپ انکے درمیان کاروبار بھی کرتے تھے تو آپ کی روح کو انکے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوتا تھا آپ ان وحشی اور خونخوار بت پرستوں کے درمیان ایسے تھے جیسے انسانوں میں فرشتہ پس یہ ناممکن تھا کہ آپ انکے ساتھ مل سکتے علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام شہرت پسند نہیں ہوتے اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ ناپاک لوگوں کو اس اعتراض کا موقع نہ ملے۔ کہ وہ ایک جاہ طلب اور شہرت پسند انسان ہے جس نے یہی ایک ذریعہ شہرت حاصل کرنیکا سوچ لیا ہے انکے لئے اپنے گوشہ

خلوت سے باہر نکلنا سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اور اسکی فرمانبرداری میں وہ اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اسی کے احکام کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ یہی حالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جیسا کہ متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں بلکہ ایک عرصہ دراز تک جبتک اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت تو یہاں آپکو کسی سے کچھ سروکار نہ تھا اور سالہا سال تک گوشہ خلوت سے باہر نہیں نکلے یہی سنت قدیم سے انبیاء کی چلی آئی ہے مگر اندھا مخالف ہر خوبی کی بات پر نکتہ چینی کرتا ہے اور خوبی کا اعتراف کرنیکی بجائے اسی فکر میں لگا رہتا ہے کہ اس خوبی کو کسی نہ کسی طرح عیب کے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ والا معاملہ ہے۔

سپرچولزم کے واقعات ایسی باتیں نہیں جو آج مغربی ممالک میں دریافت کی گئی ہوں بلکہ مشرقی ممالک میں بھی ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں لیکن مذہب اسلام نے ان باتوں کی کوئی تائید نہیں کی خود عرب میں اسلام کے ظہور کے وقت اسی قسم کے لوگ موجود تھے جنکو کاہن کہتے تھے جو آج کل کے سپرچولسٹوں کی طرح یہ سمجھتے تھے کہ جنات یا روحیں انکے تابع ہیں جو انپر چھپی ہوئی چیزیں ظاہر کرتی ہیں اور اسی طرح پر وہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے تھے جس طرح پر آج کل روحیں حاضر کی جاتی ہیں اسی کے مشابہ ان لوگوں کے حالات تھے اگرچہ تفصیلات میں کسی قدر فرق آگیا ہو مگر اصولاً یہ کاہن لوگ گویا اس زمانہ اور ملک کے سپرچولسٹ ہی تھے اسلام نے ان باتوں کو پسند نہیں کیا بلکہ جہاں دوسری بدیوں کو جڑھ سے اکھاڑا ساتھ ہی کہانت کو بھی باطل کیا اور اسکا نام ونشان مٹا دیا پس اسلام سپرچولزم کی قسم نہیں بلکہ سپرچولزم یا کہانت کو باطل کرنیوالا ہے اور یہ پروفیسر مارگولیوتھ کی ناواقفیت ہے جو وہ اسلام کو سپرچولزم سے مشابہت دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ کاہن یا روحوں کو حاضر کرنیوالا ٹھہراتا ہے۔

اب ان حالات پر غور کرو جنکے نیچے روحوں کو حاضر کیا جاتا ہے اور پھر انکا نبی کی حالت وحی سے مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ پروفیسر صاحب نے ایکدوسرے کیساتھ مشابہت دینے میں سخت غلطی کھائی ہے یا سخت دہوکا دینا چاہا ہے روحوں کے حاضر کرنے میں تمام تکلف اور بناوٹ سے کام لیا جاتا ہے اور طرح طرح کی تیاری کی جاتی ہے اس مکان میں جسمیں یہ تماشا ہونا ہو تاریکی کا ہونا ضروری ہے اکثر رات کیوقت یہ کام کیا جاتا ہے اور لیمپ کی بتی اسقدر نیچے کیجاتی ہے کہ کسی چیز پر صاف نظر نہ پڑ سکے بلکہ تمام چیزیں دھندلی دھندلی نظر آئیں پھر ایک عالم خاموشی ہوتا ہے اور حاضر کرنیوالا اپنے آپ پر یا شاید بذریعہ مسمریزم دوسروں پر ایک حالت ربودگی کی طاری کرنی چاہتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عورتیں اور جلد متاثر ہونیوالی طبیعتیں ان روحوں کو جلدی دیکھ سکتی ہیں بہ نسبت دوسروں کے ایسے موقع پر پوری تحقیقات کرنیکا کوئی مجاز نہیں ہوتا اور اکثر حالتوں میں یہ معلوم ہوا ہے کہ فریب یا دھوکے سے ایسے موقع پر زیادہ کام لیا جاتا ہے اور بہت صورتوں میں روح کا حاضر ہونا محض ایک سازش ثابت ہوئی ہے اب کوئی شخص انصاف کو مدنظر رکھکر غور کرے کہ ان حالتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت وحی سے کیا مشابہت ہے کیا ایک بھی ایسی روایت ہے خواہ وہ ضعیف ہی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ آنحضرت وحی کے آنے سے پہلے ایک کمرہ میں چند آدمیوں کو لیکر بیٹھ جایا کرتے تھے پھر وہاں تاریکی کی جاتی تھی اور سب چپ چاپ وحی کے آنیکے منتظر رہتے تھے پھر

اگر ان میں سے ایک بھی بات ثابت نہیں بلکہ برعکس اسکے یہ ثابت ہے کہ وحی کے نزول کا نہ کوئی خاص وقت مقرر تھا۔
نہ کوئی خاص حالت بلکہ ہر حالت میں نزول وحی ہو جایا کرتا تھا یہاں تک کہ بھری مجلسوں میں بیٹھے ہوئے بھی جنکے درمیان ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے تو اس روشنگوئی سے پروفیسر صاحب کو کیا حاصل تھا کہ وحی کی حالت معمولوں کو حاضر کرنیکی حالت کے مشابہ تھی۔

اسمیں کچھ شک نہیں کہ سپرچولسٹ تکلف سے اپنے اندر وہ ربودگی کی حالت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو نبی پر نزول وحی کیوقت منجانب اللہ طاری ہو جاتی ہے خدا کے فضلوں میں سے جو اس سلسلہ میں شامل ہونیسے ہم لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں ایک یہ بڑا فضل ہے کہ آج ایسے امور کے لکھنے کے لئے ہمیں اٹکلوں سے کام نہیں لینا پڑتا بلکہ ان حالات کو ہم بچشم خود حضرت مسیح موعودؑ کی ذات میں مشاہدہ کر رہے ہیں کوئی شخص اس سلسلہ میں شامل نہیں۔ دوسرے اس مضمون پر قلم نہیں اٹھا سکتا کیونکہ وہ خود اس بات سے بے خبر ہے کہ نزول وحی کس طرح ہوتا ہے جاننا چاہئے کہ نزول وحی کیوقت عموماً انبیاء پر ایک حالت ربودگی کی طاری ہو جاتی ہے اگرچہ بعض وقت عین بیداری میں بھی نزول وحی یا مکاشفہ ہو جاتا ہے اس ربودگی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا کلام پاک دوسرے عالم سے آتا ہے اسلئے جبتک اس طرف سے انقطاع کلی کر کے دوسرے عالم میں انسان اپنے آپ کو نہ پائے اسوقت تک وہ دوسرے عالم کی حالت کو مشاہدہ بھی نہیں کر سکتا مگر یہ ربودگی کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ وہ معمولی اسباب میں سے کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کیجا سکتی بلکہ یکایک ہی یہ حالت آتی ہے کہ جب نزول وحی ہو چکتا ہے تو پھر خود ہی وہ حالت جاتی رہتی ہے اب کسی سپرچولسٹ سے یہ پوچھکر دیکھ لو کہ آیا اسپر حالت ربودگی خود بخود طاری ہوتی ہے؟ اسکا جواب نفی میں ملیگا وہ حالت ربودگی خود اپنے اوپر لانا چاہتے ہیں اور یہ انکی طرف سے ملاقات روح کے لئے ایک قسم کی تیاری ہوتی ہے مگر نبی پر یہ حالت ربودگی خود بخود طاری ہوتی ہے۔

صرف ایک ظاہری مشابہت کو دیکھکر ایک نتیجہ قائم کر لینا اور اصل واقعات کی تہ تک نہ پہنچنا عقلمند آدمی کا کام نہیں اسطرح سے تو ایک شخص جھوٹے اور سچے ہیرے کی چمک کی مشابہت کی بنا پر دونوں کو یکساں کہہ سکتا ہے اور پروفیسر مارگولیوتھ کی طرح اس بات کے دریافت کرنے پر فخر کر سکتا ہے ایک ظاہری مشابہت کا بیان کر دینا کوئی فخر نہیں بلکہ انسان کی دانشمندی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ظاہر حالات سے دھوکا نہیں کھاتا بلکہ ایک ظاہر مشابہت کو دیکھکر اور معلوم کر کے پھر ایک بات کی حقیقت کو پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ دریافت کرتا ہے کہ وہ کونسے امتیازی نشان ہیں جو سچے اور جھوٹے میں فرق کو ظاہر کر سکتے ہیں پس اگر کوئی مشابہت ظاہر میں تھی بھی تو پروفیسر صاحب کا فرض تھا کہ وہ یہ دکھاتے کہ کوئی ایسا امتیازی نشان نہیں جس سے ایک نبی اور سپرچولسٹ میں فرق ہو سکے دیکھنے اور غور کرنیکے قابل امتیازی نشان ہیں نہ ظاہری مشابہتیں سو پہلا امتیازی نشان یہ ہے کہ سپرچولسٹ بہت سی محنت اور سردردی کے بعد جن باتوں کو حاصل کرتا ہے وہ محض لغو باتیں اور بچوں کا کھیل ہوتی ہیں اور کوئی سنجیدہ آدمی انکے دریافت کرنیکے لئے اپنا وقت ضایع کرنا پسند نہیں کریگا۔
آدھی رات کو دروازہ کا کھٹکھٹانا یا میزوں کا الٹانا اور لغویات جو سپرچولزم کا فخر ہیں کونسی حکمت کی باتیں ہیں اور

یا کونسی انسانی ترقی کے راز نہیں پائے جاتے ہیں یا کس طرح سے اخلاقی یا روحانی ترقی حاصل ہوسکتی ہے یہ سب محض بیکاری کے شغل ہیں اور انسانی ترقی کی راہ میں روکیں ہیں اسی لئے سپرچولسٹوں میں دوسروں سے بڑھکر ہم کوئی بات ایسی نہیں پاتے جو فخر انسانیت ہو بلکہ اکثر اوقات انکی اخلاقی حالتیں معمولی انسانوں سے بھی گری ہوئی ہوتی ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جسقدر لوگ میڈیم کہلاتے ہیں یعنی روحوں کے حاضر کرنیکا کام کرتے ہیں انمیں سے ایک بھی ایسا آدمی ثابت نہیں ہوا جو کسی نہ کسی موقع پر دھوکے یا سازش کا مرتکب ثابت نہوا ہو علاوہ ازیں جو اطلاع اس طرح حاصل کی جاتی ہے وہ اکثر اسیقدر ہوتی ہے کہ فلاں شخص کو اپنی زندگی میں فلاں واقعہ پیش آیا تھا حالانکہ اسبات کا علم اور کسی طرح بھی حاصل ہوسکتا ہے اب ان فضول اور بیمعنی پیغاموں کا مقابلہ نبیوں کی تعلیم سے کرو جس کی غرض تزکیہ نفس اور ترقی سعج ہوتی ہے اور وہ بار بار اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ لوگ اخلاقی ترقی کریں ۔ اور پاکیزگی کی راہوں پر چلیں بلکہ وہ اپنے پیروں کو ان پاکیزگی کی راہوں میں چلاکر بھی دکھادیتے ہیں وہ نفوس کا تزکیہ اور تطہیر کرتے ہیں حالانکہ سپرچولزم بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے ہاں اگر پروفیسر صاحب کوئی ایسا سپرچولسٹ ہمیں دکھادیں جو تزکیہ اور تطہیر نفوس کا دعویٰ کرتا ہو تو میں مان لونگا کہ ایک نبی اور ایک سپرچولسٹ کے پیغام میں کچھ فرق نہیں مگر کیا کوئی ایسا سپرچولسٹ ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسکو جو پیغام روحوں کے ذریعہ سے ملتے ہیں انکی غرض یہ ہے کہ لوگ ناپاکی کی راہوں کو چھوڑ کر پاکیزگی اختیار کریں بلکہ جو شخص دنیا میں اصلاح کرنی چاہتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی وہ سپرچولسٹ کا پیشہ کبھی اختیار نہیں کرسکتا کیونکہ یہ باتیں اصلاح کی معاون نہیں بلکہ اسکی سد راہ ہیں قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی اصل غرض کو بار بار ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین یعنی خدا نے امی لوگوں کے درمیان جو پہلے سخت گمراہی اور جہالت کی راہوں میں پھنسے ہوئے تھے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ تا وہ اسکی پاک آیتیں انکو پڑھکر سنادے اور انکو ہر قسم کی گندگی سے خواہ وہ عقیدہ کی گندگی ہو اور خواہ عمل کی پاک صاف کرے اور انکو حکمت کی باتیں اور کتاب سکھادے پروفیسر صاحب اس سپرچولسٹ کا نام اور پتہ بتادیں جس نے یہی بات کہی ہو۔

دوسرا امتیازی نشان وہ سرچشمہ ہے جس سے نبی کو بات پہنچتی ہے سپرچولسٹ کبھی یہ نہیں کہتا کہ اسے خدا کی طرف سے پیغام ملا ہے حالانکہ نبی اپنی ہر ایک وحی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کو ہی بیان کرتا ہے چھوٹی سی بات نہیں اگر واقعی نبی اور سپرچولسٹ میں کوئی فرق نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک نبی اپنی ہر ایک کلام کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کو بتادے اور دوسرے کو کبھی یہ جرأت بھی نہ ہو کہ وہ کہہ سکے کہ اسکو خدا کی طرف سے فلاں پیغام یا جواب ملا ہے اور یہ فرق صرف دعووں میں ہی نہیں بلکہ ان دونوں کے کلام میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جو اس کلام کے سرچشمہ کے فرق کو ظاہر کرتا ہے ایک کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی جبروت اور اسکی طاقت اور عظمت کا ذکر نیکوں پر اسکے رحم اور بدوں پر اسکے غضب کا ذکر پایا جاتا ہے تو دوسرے کا کلام ان باتوں سے قطعاً خالی ہے نہ وہ نبی کی طرح نیکی کی طرف بلاتا اور نیک راہوں پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے اور نہ بدی سے ڈراتا اور خدا کی نافرمانی کی راہوں سے ہٹاتا ہے نہ دعاؤں کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے جواب ملنے کا وعدہ کرتا ہے افسوس ہے کہ یہ لوگ جو بڑے منطقی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں کبھی غور نہیں کرتے کہ جو تڑپ نبی کے دل میں پیدا ہوتی ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں

نیک نہیں اور بدیوں کو چھوڑیں وہ کہاں سے آتی ہے اسکو کیا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں طرح طرح کے مصائب اٹھاتا اور لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہے اور اصلاح خلق کا جوش اسکے دل میں کہاں سے پیدا ہوتا ہے اگر وہ محض سپرچولسٹ ہوتا تو یقیناً ان باتوں میں سے کوئی بات اسکے دل میں نہ پائی جاتی بلکہ جس طرح سپرچولزم ایک بیکاری کا مشغلہ ہے نبوت بھی ایک کھیل ہی ہوتی ہیں حیران ہوں کہ جو لوگ بڑے بڑے علمیت کے دعوے کرتے ہیں موٹی بات انکو سمجھ کیوں نہیں آتی۔

مگر ان کے علاوہ ایک تیسرا امتیازی نشان ایسا پایا جاتا ہے جس سے موٹی سے موٹی سمجھ والا آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ نبی کے کلام میں غیب کی وہ خبریں پائی جاتی ہیں جن پر انسان قادر نہیں ہو سکتا یہ وہ بات ہے جس سے قطعی شہادت ایک شخص کے منجانب اللہ ہونے کی ملتی ہے یعنی اظہار غیب اور جسقدر معجزات ہیں انکے ساتھ دوسرے لوگ ایک گونہ مشابہت پیدا کر لیتے ہیں مثلاً بعض معجزات ایسے ہوتے ہیں کہ انسے ملتے جلتے ہتھکنڈے بھی پائے جاتے ہیں اور جو شہادت انکے متعلق ہوتی ہے وہ بھی ہر قسم کے شبہ سے خالی نہیں ہوتی بعض معجزات جیسے بیماریوں کو شفا دینا سپرچولزم یا مسمریزم کی مدد سے بھی ہو سکتے ہیں لیکن پیشگوئی میں کوئی انسان شریک نہیں ہو سکتا پیشگوئی کی حقیقت کو ابتک یورپین لوگوں نے سمجھا نہیں جسکی وجہ شاید بائبل کی بعض مجمل پیشگوئیاں ہوں لیکن پیشگوئی ہی ایک ایسا معجزہ ہے جو یقینی اور قطعی طور پر اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کر دیتا ہے کیونکہ انسانی علوم یا انسانی قویٰ کا اس میں کوئی دخل نہیں پایا جاتا مسمریزم یا بعض قسم کے مکاشفات یا ایک دل سے دوسرے دل تک ایک بات کا نامعلوم ذریعہ کے پہنچ جانا یا بیماری کو شفا دینا یہ سب باتیں اکتساباً حاصل ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور اسلئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ انسانی قلب و دماغ کے بعض قویٰ ہیں اگرچہ ابھی ہم انکی کوئی تشریح نہ کر سکتے ہوں لیکن پیشگوئی کی طاقت اکتساباً حاصل نہیں ہو سکتی اور اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ پیشگوئی کا سرچشمہ انسانی دل و دماغ سے بالاتر کوئی اور ہے اور انسان کے اندر یہ طاقت نہیں رکھی گئی کہ جسطرح وہ مثلاً بعض وقت باوجود حجاب یا بعد کے دوسری چیز کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح آیندہ کے کسی واقعہ کی نسبت بھی حتمی طور پر پیشگوئی کر سکے کیونکہ آیندہ کے واقعات پیچ در پیچ اور نامعلوم اسباب کے نتائج ہوتے ہیں جو سب انسان کے علم اور اسکی قدرت کی حیطہ سے باہر ہیں اور ان کی نسبت وہی خبر دے سکتا ہے جو تمام ذرات عالم پر متصرف اور انکے تمام کاموں اور قوتوں سے آگاہ ہے اور اپنے حسب منشاء ہر ایک چیز سے کام لے سکتا ہے اور ہر وقت دنیا کی ہر حرکت اور سکون پر قادر ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے پیشگوئی کو نبوت کی صداقت کا بڑا معیار ٹھہرایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے عٰلم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی بہت سی پیشگوئیوں کا ذکر میں رسالہ میں کئی بار کر چکا ہوں جنکے قبل از وقت شایع ہونے اور پھر حیرت ناک طریق سے پورا ہونے کی شہادت اعلیٰ درجہ کی قطعی اور یقینی ہے مثلاً گذشتہ اشاعت میں ہی میں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف اور ناتوانی اور بے سر و سامانی اور سخت مخالفتوں اور دشمنوں کے آپکی ہلاکت کے منصوبوں کے وقت میں یہ پیشگوئی کی جو قرآن شریف کی کئی سورتوں میں بار بار دہرائی گئی ہے کہ نہ صرف آپ ان تمام منصوبوں سے بچائے جاوینگے اور صحیح سالم کفار کے درمیان سے نکل جاوینگے بلکہ بعد اسکے وہ وقت بھی آنیوالا ہے جب آپ نصرت اور

فتحمندی اور غلبہ کیساتھ اسی شہر مکہ میں واپس داخل ہونگے اور آپکے دشمن ہلاک کئے جائینگے اور یا مغلوب اور ذلیل ہونگے جہاں ایک طرف دشمن و دوست کے درمیان اسکا شائع ہونا ثابت ہے بیس بائیس سال بعد اسکا اپنی تمام تفصیلوں کے ساتھ پورا ہونا اسی طرح سے ثابت ہے اب غور کا مقام ہے کہ ایسی بعید از قیاس باتیں اتنی مدت پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر معلوم ہو گئیں یہ کامیابی جو ہزاروں مخالفتوں کے بعد ہونیوالی تھی اسکی خبر انکو کس نے دیدی ایک انسان تو دعوے سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کب تک زندہ رہیگا مگر یہاں نہ صرف اپنی زندگی کی ہی پیش از وقت خبر دی ہے بلکہ اس کے ساتھ غلبہ اور فتح کی خبر بھی دی ہے کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ اسکو کوئی بیماری ایسی نہ آوے جو اسکو ہلاک کردے یا دشمن کا کوئی وار اسپر نہ چل سکے رات کی اندھیری گھڑیوں میں جب آپ سنسان جنگلوں میں عبادت کے لئے نکلتے تھے تو اسوقت کوئی محافظ آپ کیساتھ نہ ہوتا تھا اگر خدا تعالیٰ اپنے خاص تصرف سے دشمنوں کے ہاتھوں کو نہ روکتا تو کس طرح آپ بچ سکتے تھے پھر باوجود سخت مخالفت کے یہ امید کس طرح آپ کو ہو سکتی تھی کہ آپ کے ساتھ اسقدر لوگ مل جائینگے جو کفار پر غالب آجاوینگے کیسے کیسے نازک موقعوں پر آپ بچ نکلے اور کیسے کیسے خطرناک زخم لڑائیوں میں آپ کو لگے سینکڑوں آپکے ساتھی انہی جنگوں میں شہید ہوئے ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر پھر غور کرو کہ کیا یہ بات انسانی طاقت اور علم کے اندر تھی کہ بیس سال پہلے ایک بات کہی جاوے اور پھر اسکو اسی طرح پورا کرکے دکھایا جاوے اگر پروفیسر مارگولیوتھ کے علم میں ساری دنیا میں کوئی ایسا سپرچولسٹ یا نجومی یا دوراندیش انسان ایسا موجود ہے جو ایسی ہی جتنی پیشگوئیاں کر سکے اور پھر وہ اسی طرح پوری ہوں تو چاہیے کہ اسکی کوئی نظیر پیش کریں ورنہ ان پیشگوئیوں کا منجانب اللہ ہونا تسلیم کرکے اپنی حق پسندی کا ثبوت دیں۔

تعجب ہے کہ جو لوگ لغو باتوں کے لئے اسقدر تحقیقات کر سکتے ہیں وہ اسلام کے منجانب اللہ ہونیکے ان بیّن ثبوتوں پر کیوں غور نہیں کرتے اور کیوں اس امر کی تحقیقات نہیں کرتے کہ ان پیشگوئیوں سے ہستی باریتعالیٰ کا کیسا بیّن ثبوت ملتا ہے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ ہرگز یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ ایسی پیشگوئیوں کا بیان کرنا کسی انسان کی طاقت میں ہے پھر کیوں وہ سیدھی راہ پر نہیں آتے یا تو ہمیں ان پیشگوئیوں کی نظیر کسی دوسری جگہ دکھاویں یا قبول کریں کہ واقعی اسکے اندر انسانی علم اور طاقت سے کوئی بالاتر علم اور طاقت پائی جاتی ہے اگر وہ یہ کہیں کہ ہم اس تاریخی ثبوت کو نہیں مانتے جسکے برابر اور کوئی تاریخی شہادت ہمیں گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی تو میں کہتا ہوں کہ خدا نے اب بھی اسلام کو اس بیّن ثبوت کے بغیر نہیں چھوڑا بلکہ تازہ بتازہ ہم انکے سامنے وہ واقعات پیش کر سکتے ہیں جنکو وہ ہر طرح سے جانچ سکتے اور پڑتال کر سکتے ہیں اور جس طرح کی تحقیقات چاہیں کر سکتے ہیں کیا ساری دنیا میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں جو اس تحقیقات کو اپنے ذمہ لیکر اپنے بھائیوں کو ان نتائج حقہ سے آگاہ کرے جو اس عجیب شہادت سے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ابتک موجود ہیں اور کہ اسی مذہب سے خدا کی ہستی کا صحیح پتہ لگتا ہے یہ نشانات حضرت مسیح موعود کی تازہ پیشگوئیاں ہیں جو سینکڑوں کی تعداد تک پوری ہو چکی ہیں اور جنکا ثبوت اگر دیکھا جائے تو ایسا یقینی اور واضح ہے جسکی قطعیت میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں بلکہ اکثر حالتوں میں ایسا تحریری

ثبوت موجود ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ایک تازہ نشان پر ہی غور کرو کہ دسمبر ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ پیشگوئی اخباروں میں شایع کی تھی کہ "ایک زلزلہ کا دھکا" اور پھر اسکے پانچ ماہ بعد یہ دوسری پیشگوئی بھی اخباروں میں شایع کی کہ عفت الدیار محلھا ومقامھا جسکے صاف اور لفظی معنے یہ ہیں کہ عارضی اور مستقل سکونت کے مکان سب زمین سے ملجائیں گے اور انکا نام ونشان مٹ جائیگا اب دیکھو کہ ۴- اپریل کے زلزلہ میں یہ پیشگوئی کیسی بیّن طور پر پوری ہوئی مگر لوگوں نے حسب عادت شور ڈالا کہ الفاظ پیشگوئی کے مبہم تھے حالانکہ ان میں ذرہ بھر ابہام نہیں ہے تب اس زلزلہ کے چند دن بعد ہی پھر خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا کہ ابھی اور بھی زلزلے آئیں گے اور وہ قیامت کا نمونہ ہونگے اور جب وقت کے لئے توجہ کی گئی تو خدا نے فرمایا "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" جس سے اسیوقت یہ مراد سمجھی گئی کہ جیسا کہ اخبار الحکم اور دوسری اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ موسم بہار میں پھر ایک سخت زلزلہ آئیگا کیونکہ پہلا زلزلہ بھی موسم بہار میں آیا تھا اور پھر ایک الہام بھی تھا کہ "۲۵ فروری کے بعد جانا ہوگا" جسکا صاف مفہوم یہ تھا کہ یہ زلزلہ ۲۵ فروری کے بعد ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ۲۸- فروری ۱۹۰۶ء کو جو عین موسم بہار ہے پھر ایک سخت زلزلہ آیا جسکے متعلق اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور لکھتا ہے کہ اسکا زور ۴- اپریل والے زلزلہ کے برابر تھا اور انہی شہروں میں عمارتیں گر گئیں اور بہت شکستہ ہو گئیں اور کچھ جانیں بھی تلف ہوئیں اور بہت لوگ مکانوں کے نیچے دب کر زخمی ہوئے اب ان واقعات کیساتھ اس امر کو بھی مدنظر رکھ لو کہ ۴- اپریل کے زلزلہ کے بعد پروفیسر اموری جو جاپانی اور علم زلزلہ کے ماہر ہیں۔ ہندوستان میں آئے تھے اور انہوں نے شملہ سے بلکہ کانگڑہ وغیرہ تمام مقامات کو دیکھکر علمی لحاظ سے یہ خبر دی تھی کہ اب اس طرف دو سو سال تک کوئی سخت زلزلہ آئیگا اور باوجود انکی اس خبر دینے کے حضرت مسیح موعود نے بار بار سخت زلزلوں کے آنیکی پیشگوئی کو شایع کیا اب اگر کسی شخص کے دل میں طلب حق ہے تو وہ غور کرے کہ کیا اس پیشگوئی سے اور پھر اسکے صفائی سے پورا ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی کیونکہ کسی انسان کا علم یہ بات نہ بتا سکتا تھا کہ موسم بہار میں پھر سخت زلزلہ آئیگا انسانی علم نے تو یہی خبر دی تھی کہ اب سو یا دو سو سال تک کوئی سخت زلزلہ نہ آئیگا یہ وہ بات ہے جسکی نظیر دنیا میں کوئی نہیں اور نہ وہ انسانی طاقت کے اندر ہے بلکہ صرف ایک عالم الغیب ہستی کے بتانے سے ہی وہ بات معلوم ہو سکتی ہے ان سب باتوں کے پیش از وقت شایع ہونے اور پھر پورا ہونیکا تحریری ثبوت موجود ہے کیا اس ساری قوم میں جو اپنے آپ کو تحقیقات کی شیدائی کہتی ہے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ان باتوں کی تحقیق کرے ؟

اور ان تمام گذشتہ پیشگوئیوں کے بعد اب حضرت مسیح موعود نے پھر خبر دی ہے کہ "زلزلہ آنیکو ہے" اور پھر اس کے بعد خدا نے فرمایا "دو چمک دکھلا دونگا تمکو اس نشان کی پنج بار" یعنی یہ نشان زلزلہ پانچ بار ظاہر ہوگا اور ایک قیامت کا نمونہ دکھائیگا اور ان زلازل کے متعلق پہلے سے بھی بہت سی پیشگوئیاں شایع ہو چکی ہیں جیسے "لک نری ایات ونھدم ما یعمرون" یعنی تیری تائید میں ہم پے در پے نشان دکھائیں گے اور جو عمارتیں وہ بناتے جائینگے ہم گراتے جائیں گے اور پھر فرمایا "زمین تہ و بالا کر دی" اور پھر "پہاڑ گرا زلزلہ آیا" اور بھی بہت سے الہامات ہیں جو اس رسالہ میں اور اخبارات و کتب و اشتہارات میں شایع ہو

* یاد رہے کہ جن زلزلہ کو ان پیشگوئیوں میں قیامت کا نمونہ دکھایا گیا ہے اسکا آنا ابھی باقی ہے *

چکے ہیں اگر پچھلی باتوں پر غور نہیں کیا جاتا تو کم از کم اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں یا اگر اسکو بھی انسانی طاقت کے اندر سمجھا جاتا ہے تو پھر چاہیئے کہ اسکے مقابل کوئی پیشگوئی کرے یا اسکی کوئی نظیر پیش کرے مگر یاد رکھو کہ اسکی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا کسی نجومی سپرچولسٹ۔سائنس دان۔عالم کی طاقت میں یہ بات نہیں ہے صرف خدائے عالم الغیب ہی اس بات کو جانتا ہے اور وہی ان مخفی رازوں کو جو اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ظاہر کر سکتا ہے کاش پروفیسر مارگولیوتھ اور پروفیسر اموری صاحب غور کریں۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ایک اور بات کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عیسائی صاحبان کو اسلام کے خلاف کوئی تحریر پڑھکر ایسی خوشی ہوتی ہے کہ وہ پھولے نہیں سماتے اور ہر ایک گندی تحریر پر اس طرح گرتے ہیں جیسے گدھ مردار پر پادریوں کا ایک پرچہ "دی ایسٹ اینڈ دی ویسٹ" ہے جو ولایت سے نکلتا ہے اس میں اس کتاب کا ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب بہت ہی قابل قدر ہے اور انگریزی دانوں کو اس سے صحیح صحیح خیالات اسلام اور اسکے پیغمبر کے متعلق مل سکتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک مستند کتاب آیندہ کے لئے مانی جاویگی تعجب ہے کہ وہ کتاب جسکا حملہ صرف اسلام پر نہیں بلکہ سارے سلسلہ نبوت پر ہے اور سب سے بڑھکر یسوع مسیح پر اگرچہ پروفیسر مارگولیوتھ نے یسوع کا نام صراحت سے نہیں لیا اسکی تعریف کیجاتی ہے مگر مردہ پرست قوم کو اس سے کیا غرض ہے کہ خدا کے نبی سچے ٹھہرائے جاتے ہیں یا جھوٹے اسلام پر کوئی اعتراض ہو پھر خواہ اپنے اصول کی ہی بیخکنی کرتا ہو پادری صاحبان پرواہ نہیں کرتے ایڈیٹر رسالہ مذکور کہتا ہے کہ اس کتاب میں جو مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا سپرچولسٹوں کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے آپ کی وحی کی حقیقت کسیقدر معلوم ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ جن باتوں کو پروفیسر مارگولیوتھ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا چاہا ہے وہ یسوع مسیح کے ان حالات میں پائی جاتی ہیں جو اناجیل میں مذکور ہیں مثلاً پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ اسلام ایک مخفی سوسائٹی تھی اب اسکے ثابت کرنیکے لئے انکو چاہیئے تھا کہ دو باتیں دکھلاتے اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مسلمان کو یہ ہدایت کی ہو کہ اپنے اصول کو کفار یا ان لوگوں پر ظاہر نہ کریں جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور دوسرا یہ کہ آپ کی کوئی پولیٹیکل غرض تھی مگر اناجیل سے یہ دونوں باتیں حضرت مسیح کے حالات میں پائی جاتی ہیں مثلاً متی ۱۶ باب میں لکھا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ میری متعلق کیا کہتے ہیں کہ میں کون ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں خدشہ تھا کہ آپ کے اصل دعوے کا لوگوں کو علم نہ ہو جائے شاگردوں میں بھی خود ایسی لاعلمی پائی جاتی ہے کہ صرف پطرس نے یہ جواب دیا کہ تو مسیح ہے جسپر خوش ہو کر اسکو بہت سے وعدے دیئے گئے کہ زمین و آسمان کی کنجیاں تجھے دی جاویں گی اور ساتھ ہی شاگردوں کو اخفا کے لئے ارشاد کرتے ہیں گویا ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ بات مشہور نہ ہو جائے "تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں" پادری صاحبان ایمانداری سے بتاویں کہ مخفی یہ ہے یا وہ جسے مارگولیوتھ کہتا ہے ایسا ہی لوقا باب ۹ میں مذکور ہے کہ جب یسوع نے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں تو انھوں نے مختلف رائیں بیان کیں "تب اس نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح اس نے ان سے تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کسی سے کہو"

لوگ بھی اس بات کو شاکی تھے کہ وہ خفیہ خفیہ کام کرتا ہے یہاں تک کہ خود اسکے بھائیوں نے اسے ملامت کی اور اسے اخفا سے روکا اور کہا کہ ”ایسا کوئی نہیں جو کچھ کام چھپ کے کرے اور چاہے کہ آپ مشہور ہو اگر تو یہ کام کرتا ہے تو اپنے تئیں جہان کو دکھا“ (یوحنا ۷) اب ایک طرف تو اخفا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں داؤد کے تخت کو قائم کرنے آیا ہوں بلکہ ایکدفعہ تو شاگردوں کو یہ حکم بھی دیدیا تھا کہ کپڑے بیچکر تلواریں خرید لو - ایسی ایسی کارروائیوں اور اخفا کی وجہ سے ہی رومی گورنمنٹ کو یہ شک پڑا کہ یہ شخص بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرنا چاہتا ہے اسی لئے آپ کو گرفتار بھی کیا گیا - پس مخفی سوسائٹی کیلئے جو باتیں ضروری ہیں وہ سب اسجگہ پائی جاتی ہیں حالانکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے دعوے اور اصول مذہب کو ہی کھول کھولکر بیان کیا بلکہ دوسری طرف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ انکو سلطنت یا حکومت کی کوئی خواہش نہ تھی چنانچہ جب قریش نے خود یہ امر پیش کیا کہ آپ ہمارے بادشاہ بن جائیں تو آپنے فرمایا کہ مجھے کسی بادشاہت کی پروا نہیں - اصل میں پروفیسر مارگولیوتھ نے سخت غلطی کھائی ہے اگر وہی باتیں جو ہمارے نبی کریمؐ کے متعلق لکھی ہیں یسوع مسیح کے متعلق لکھتے تو انکو واقعات سے الگ نہ ہونا پڑتا اور انکی بات بھی سچ جاتی اور پھر ہم بھی دیکھتے کہ یسوع کی غریب بھیڑیں کس طرح کتاب کا ریویو کرتیں -

جو معجزات اناجیل میں حضرت مسیح کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ بھی پروفیسر مارگولیوتھ کے دلائل کے موید ہوتے مثلاً ابرازور بیماروں کے چنگا کرنے پر دیا جاتا ہے لیکن ایسی باتیں دنیا کی ہر قوم میں پائی جاتی ہیں خود اس وقت میں مسیح کے ساتھ دوسرے ایسے لوگ موجود تھے جو یہی کام کرتے تھے - بلکہ یہ معجزات باقی کے معجزات پر بھی شک ڈالتے ہیں کہ شاید اسی قسم کی مشاقی سے ہی سب کام کئے ہوں پھر بھوتوں کا نکالنا جنکا ذکر انجیل میں پایا جاتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام وحشی اقوام کی معمولی توہم پرستی ہے کہ بعض بیماریاں جیسے مرگی وغیرہ کو یہ سمجھ لیتے تھے کہ ان میں بھوت داخل ہو گئے ہیں - اور انجیلوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ان بھوتوں کو نکالا بھی کرتے تھے ہمارے اس ملک میں بھی بہت سے لنگوٹی پوش درویش بھوت نکالنے کا کام کیا کرتے ہیں اور پانی پر چلنے کا جو معجزہ بتایا جاتا ہے - ایسا ہی کرتب اس زمانے میں بھی لوگ آگ پر چلنے کا دکھاتے ہیں - اور چند شرابیوں کو جو شراب سے بدمست ہو رہے تھے یہ یقین دلا دینا کہ پانی کو شراب بنا دیا گیا ہے ہنسی کے قابل بات ہے - انجیر کے درخت پر خفگی کا اظہار جس حالت کو ظاہر کرتا ہے اسے ناظرین خود قیاس کریں - غرضیکہ اگر پروفیسر مارگولیوتھ صاحب کو اپنے خیالات کی تائید بکار ہے تو انجیلوں کی بنا پر یسوع مسیح کی لائف لکھ کر خوب تائید کر سکتے ہیں اور ہم بھی دیکھیں گے کہ پادریصاحبان اس کتاب کی کس قدر تعریف کرتے ہیں -
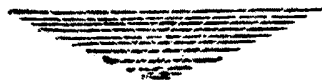
اسلام میں دس سال

(عبدالحق سورایٹ از نیوزیلینڈ)

اپنی عمر کے چونتیسویں سال میں یعنی ۱۳ - مارچ ۱۹۱۶ء کو میں نے بہت سوچ بچار کے بعد اور عیسائی اصول کا اسلامی توحید کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد اُس واحد خدا کو قبول کیا - جو قرآن شریف میں پیش کیا گیا ہے - یسوع کو چھوڑ کر جسکو عیسائی اپنا منجی خیال کرتے ہیں اور جس کے بغیر عیسائیوں کو خدا سے کوئی تعلق نہیں - نہ خدا کو اُن سے - میں نے اپنے ملک کے لوگوں کے مذہب کو چھوڑا - اور اس طرح اپنے تئیں ان کی نظروں میں حقیر بنایا - مگر حق کو پاکر میں نے لوگوں کی کچھ پروا نہ کی - اور مندرجہ بالا تاریخ پر میں نے شہر ملبورن واقعہ اسٹریلیا میں مسلمانوں کے ایک بڑے جلسہ میں اسلام کو قبول کیا - اور شہادت دی - کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں - اور محمدؐ اُس کا رسول ہے - میں نے زمین و آسمان کے خالق پر جو مسلمانوں کا خدا ہے - ایمان لانا بہتر سمجھا بجائے اسکے کہ یسوع کی پرستش کروں - اور اپنے آپ کو یسوع کے سپرد کروں اور آسمانوں کی طرف نظر اٹھا کر کہوں کہ میرا منجی یسوع آسمانوں میں ہے جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں - جس خدا کو پادری پیش کرتے ہیں اُس کی نسبت اسلامی خدا کو ماننا بدرجہا اولیٰ ہے - قرآن کو پڑھ کر میں یسوع کی عبادت پر راضی نہیں ہو سکتا تھا - دنیا خدا کی ہے - نہ یسوع کی - اور خدا ہی دنیا پر حکومت کرتا ہے - نہ یسوع - اگر ایک ہی خدا ہے - اور ایک ہی کائنات ہے - تو حق حکمت سچا مذہب - سچا فلسفہ ایک ہی ہو سکتا ہے - جو فطرت اور عقل کے مطابق ہو - لیکن چونکہ ممکن ہے کہ ایک ہی بات کے مختلف پہلو ہوں اور مختلف طرز کے لوگ یا مختلف فرقے ایک ہی بات کے مختلف معنی کریں اس لئے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اسلام کے اصول کو نظر غور سے دیکھنا شروع کیا - اور اپنے اعتقاد اور عمل میں عام مسلمانوں کے نمونہ پر چلنے لگا -

میں ہرگز یہ بھی جتانا چاہتا ہوں - کہ میں مسلمانوں کے کسی خاص فرقہ میں شامل نہیں رہا ہوں - بلکہ محمد رسول اللہ کے مذہب کا ماننے والا ایک سادہ مسلمان ہوں - واقعی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے - کہ میں بجائے انگریز ہونے کے ایشیائی ہو جاؤں - ہاں ظاہری معنوں میں ایشیائی ہو جاؤں - تاکہ ایشیائی لوگوں کے اعمال میں پوری طور سے شریک ہو سکوں - میں محمد کا پیرو اور قادیان کی احمدی جماعت کا ممبر ہوں میں نے احمدی جماعت سے اس لئے تعلق پیدا کیا ہے کہ یہ مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ محقق اور ترقی یافتہ گروہ ہے - اور اسلامی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مسلمان مشنریوں کی ایک چست جماعت ہے - باقی مسلمانوں کی طرح میں نے بھی اسلام کو پڑھا ہے اور اس پر غور کیا ہے اور دس سال کے مطالعہ نے خدا کی نسبت میرے معلومات کو ایسا وسیع کیا ہے جنکا مجھے اُسوقت کوئی علم نہیں تھا جبکہ میں عیسائیت کے بحر ظلمات میں سرگردان تھا -

اسلامی فلسفہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں - وہ مخالفین کی اپنی غلطی ہے اُن کے اعتراض عوام الناس کی عملی حالت پر مبنی ہیں جو بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں - جہاں عیسائی سلطنتوں کے ہونے کی وجہ سے عیسائی بدیاں پھیل گئی ہیں - میں نے

عیسائی مصنفوں کی کتابیں پڑھی ہیں جن میں مسلمانوں کی تمدنی حالت پر حملے کئے گئے ہیں اور صرف عیب لگانے کی کوشش کیگئی ہے اور عمداً خوبی کی باتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ۱۸۹۵ء اور ۱۹۰۲ء میں جبکہ میں ایک سرکاری کام پر متعین تھا۔ مجھے تمام انگلستان میں پھرنیکا موقعہ ملا اور جو کچھ مینے وہاں دیکھا۔ وہ ناگفتہ بہ ہے۔ میں امریکہ میں بھی تین سال رہ چکا ہوں۔ اور جو خوفناک نظارے مینے دیکھی ہیں۔ میں انکو بیان نہیں کرسکتا۔ میں سپین۔ فرانس۔ اٹلی اور نیز اپنے وطن آسٹریلیا میں بھی بہت پھرا ہوں۔ اور جو کچھ مینے عیسائی ممالک میں دیکھا ہے۔ حیا اجازت نہیں دیتی۔ کہ اس کو بیان کیا جاوے یہی حال نیوزیلینڈ کا ہے جہاں میں ہمتا ہوں۔ یہاں ہر ایک چیز خوبصورت ہے۔ سوائے انسان کے جو ناپاک ہے۔

خدا کے جاننے کے لئے پہلے اپنے آپ کو جاننا ضروری ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہے۔ خدا کو پہچانتا ہے۔ اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ میں اپنے نفس کا علم حاصل کردں۔ اور جب میں اپنے نفس کا مطالعہ کرنے لگا تو مجھے جلدی یقین ہوگیا کہ کوئی چیز میرے ایسی قریب نہیں ہے جیساکہ میرا نفس۔ جب میں اپنے نفس کو اچھی طرح سے نہ پہچانوں تو کس طرح کسی اور چیز کو پہچان سکتا ہوں۔ قرآن شریف کی ایک اور آیت کے معنے بھی میرے پر واضح کئے گئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم اپنے نشان ان کو آفاق میں دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ وہ حق کو پہچانیں مینے دیکھا کہ متی کی انجیل باب ۲۲۔ آیت ۳۷ بھی اسی آیت کی تائید کرتی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ تو اپنے خداوند خدا سے پیار کر اپنے تمام دل کے ساتھ۔ اور اپنی تمام روح کے ساتھ۔ اور اپنی تمام جان کے ساتھ۔ اسی مضمون کی تائید میں موسیٰ کا قول ہے کہ تو انتقام نہ لے نہ اپنی قوم کے بچوں سے کینہ رکھ بلکہ تو اپنے پڑوسی سے ایسا ہی پیار کرتا۔۔۔ جیساکہ اپنے نفس سے پیار کرتا ہے۔ دس سال کی تجربے نے مجھے ثابت کیا ہے۔ کہ اس حکم کی تعمیل جیسے مسلمانوں میں ہوتی ہے۔ ایسی عیسائیوں میں نہیں ہوتی۔ میں نے دونوں قوموں میں رہ کر دیکھ لیا ہے۔ میں نے عمداً مسلمانوں کو آزمایا ہے۔ کہ وہ اس قاعدہ کی کیسی پابندی کرتے ہیں۔ میں نے ان کو بڑا سچا پایا جیساکہ وہ خدا کی عبادت میں پکے ہیں ایسا ہی وہ مخلوق کی ہمدردی میں بھی بڑے سرگرم ہیں۔ عیسائی دنیا کا تو یہی ایمان ہے کہ جو کچھ کما سکتے ہو کما لو۔ اور جو کچھ کماؤ اس کو اپنے پاس رکھو۔ ایسا پتھر ڈھونڈو جو کہ تمہارے پیسے کو بھی سونا کردے۔ وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ چونکہ انسان کاروبار میں بہت مصروف ہیں ان کے پاس اپنی جسمانی یا روحانی صحت کیطرف توجہ کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں ہے پانچ دفعہ خدا کے آگے گھٹنے ٹیک کر دعا کرنا تو کجا + عیسائی ممالک زیادہ مغرب میں واقع ہیں۔ اور جب انکی زندگی پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو خدا سے کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ ان کی ساری کوششیں اس لئے ہیں کہ ان کی دولت بڑھے اور دنیاوی باتوں میں ترقی حاصل ہو۔ ہر ایک مرد اور عورت کے دماغ میں صرف دولت کا ہی خیال سمایا ہوا ہے۔ وہ اپنی تہذیب پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ مگر ان کی تہذیب صرف دنیاوی تہذیب ہی ہے نہ وہ اپنی تمام جان سے خدا سے محبت

کرتے ہیں اور نہ وہ اپنے پڑوسیوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اپنے نفسوں سے جیساکہ انکو یسوع نے حکم دیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے میری یہ غرض تھی کہ حق اللہ اور حق العباد کے متعلق جو احکام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دئے ہیں انپر یہ کس حد تک عمل کرتے ہیں۔ یہی دو اصول ہیں جنکو مختلف رنگوں اور مختلف پہلوؤں میں اسلام میں پیش کیا گیا ہے میں نے دنیا کے مذاہب کو پڑھا ہے۔ اور یہ دیکھنا چاہا ہے کہ کونسا مذہب عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے جو مشرقی دنیا اور مغربی دنیا دونوں کے مناسب حال ہو۔ میں نے یونانیوں کی تعلیم کو پڑھا ہے۔ رومیوں عربوں اور ہندیوں کے مذاہب کو دیکھا ہے۔ پارسیوں اور چینیوں کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں دس سال کی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ کوئی تعلیم اس سے زیادہ پاک اس سے زیادہ خوبصورت اس سے زیادہ سادہ اور اس سے معقول نہیں ہے جیساکہ مسلمانوں کے کلمہ طیبہ میں پائی جاتی ہے۔ کہ لا اله الا الله محمد رسول الله ۔ یہ ایسی تعلیم ہے کہ خواہ سب تعلیمیں مر جائیں مگر یہ تعلیم ہمیشہ تک زندہ رہے گی۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور جتنے جتنے بڑے تغیرات دنیا میں ہوئے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوئے ہیں۔ میں ہر ایک بات میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ دیکھتا ہوں کہ کام کر رہا ہے۔ جو شخص خدا کو سمجھنا چاہتا ہے اور اپنے تئیں خدا کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو قبول کرے اور محمد صلعم کے مذہب کو اختیار کرے جو نہایت ہی پاکیزہ مذہب ہے۔ اور جس کا نام بھی نہایت پیارا اور پاکیزہ ہے۔ یعنی اسلام جسکا کے معنے ہیں اپنے تئیں خدا کے سپرد کر دینا۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ تم اپنے نفس کو پہچانو۔ اور اپنی پیدائش کی حقیقی غرض کو دیکھو خدا میں ہو کر انسان بے حد ترقی کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ سعی کرو یہی تقدیر ہے۔ مبارک وہ ہے جو اپنے کام کو اس کو ڈھونڈ لیتا ہے۔ اور جب تک خدا اسکو مہلت دیگا وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ زندگی کس چیز کا نام ہے کام کرنے کا۔ اپنے تمام دل سے جس سے خدا کی برکت نازل ہوتی ہے۔ اور انسان کو اپنے نفس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اسلام ایک ایسا فلسفہ ہے۔ جو عین فطرت اور قدرت کے مطابق ہے۔ ہمیں استقلال سیکھنا چاہیئے۔ جہاں جہالت بیہودگی یا تاریکی کو پائیں اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور قضا پر راضی ہونا چاہیئے۔

سوالات جی ڈانیل

جے ڈانیل صاحب ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول گجرات کچھ عرصہ ہوا یہاں آئے تھے اور چند لکھے ہوئے سوالات جواب کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے گئے تھے۔ میں ان سوالوں کا کچھ مختصر سا جواب دیتا ہوں۔ مگر شروع میں یہ جتا دینا ضروری ہے کہ ڈانیل صاحب کے سوالات حق طلبی پر مبنی نہیں اور اور بھی زیادہ افسوس ہوتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ پادری صاحب

استقدر مشقت اٹھاکر یہاں پہونچے اور پھر انہوں نے ایسے سوالات نہ کئے جو فیصلہ کن ہوتے بلکہ چند معمولی سوالات پیش کئے جیسے پادریانہ نکتہ چینیاں کی بدبو آتی ہے چونکہ یہ سوالات ایسے ہیں کہ ڈانیل صاحب نے اس قدر عرصہ عیسائی رہ کر بھی عیسائی مذہب کے بانی کے متعلق نہ پوچھے ہونگے اس لئے ضروری ہوگا کہ کسی قدر الزامی جوابوں سے بھی کام لیا جاوے یعنی جس قسم کے اعتراض ڈانیل صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرتے ہیں۔ اس قسم کی نکتہ چینیوں سے کوئی نبی خالی نہیں رہا حتیٰ کہ حضرت مسیحؑ کی زندگی میں یہ اعتراض سب سے بڑھکر پائے جاتے ہیں پس میں جہاں کہیں حضرت مسیحؑ کے متعلق ایسے اعتراضات کو بیان کرونگا ان سے صرف میرا یہ منشا ہوگا کہ یہ دکھاؤں کہ یہ راہ جو ڈانیل صاحب اختیار کررہے ہیں حق طلبی اور فیصلہ پر پہونچنے کی راہ نہیں بلکہ ایسے مباحثوں میں پڑنا محض تضیع اوقات ہے۔ ڈانیل صاحب کے سوالات حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا آپکو کبھی کوئی دماغی مرض ہوا اگر ہوا تو کیا اور کب۔ آج کل اس مرض کا دورہ ہوتا ہے کہ نہیں۔

(۲) کیا اس مرض کے شروع ہونے سے پہلے آپ کو الہام ہونا شروع ہوا یا بعد ازاں اور آپ کے رشتہ داروں میں سے کسی نے کوئی ایسے دعوے کئے اگر کئے تو کیا کیا اور کب کب۔

(۳) کیا آپکو کبھی اپنے دعووں کے غلط ہونیکا خیال و یقین آیا اگر آیا تو وہ شک کس طرح رفع ہوا۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ شک درست ہو

(۴) کیا آپ نے قولاً یا فعلاً گناہ کئے یا کرتے ہیں۔

(۵) ایک شخص کا مختلف تعلیم دینے والے اشخاص کا مثیل ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ نے کفارہ کی تعلیم دی حضرت محمد (صلعم) اسکے مخالف ہیں تو آپ ان دونوں کے مثیل ہو کر دو مختلف تعلیموں کو کس طرح پھیلا سکتے ہیں اسی طرح حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و حضرت مسیحؑ تناسخ کے قایل نہیں مگر گرو نانک و سری کرشن یہ تعلیم دیتے ہیں تو آپ ان چاروں کے مثیل کس طرح پر ہو سکتے ہیں۔

(۶) سری کرشن، نانک، مسیحؑ و محمد (صلعم) صاحبان کے مثیل ہونیکے لئے سوا آپ کی زبان کے جو ممکن ہے غلط ہو آپکے پاس عقلی اور نقلی ثبوت کیا ہیں۔

(۷) آپکے اس دعوے کا کیا مطلب اور ثبوت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم مجھ میں سے ہے اور میں خدا میں سے ہوں

ان سوالوں کے جوابوں سے ڈانیل صاحب کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ سکتے۔ سوائے چھٹے سوال کے جہاں انہوں نے کسی قدر ثبوت طلب کیا ہے سب سے پہلا سوال دماغی مرض کے متعلق ہے۔ اس قسم کے لغو سوالات اُسوقت موزوں ہوتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وحی کے منجانب اللہ ہونیکے ثبوت دینے سے انکار کرتے۔ اور یہ کہتے کہ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اس دعوے کے جو میں کرتا ہوں۔ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع نے نشان دکھانے سے انکار کیا اور یہودیوں کو ثبوت نہ دیا لیکن اس بات کا ہمیں کوئی علم نہیں کہ یہودیوں نے اس انکار کے بعد آپکی طرف دیوانگی کو منسوب کیا یا پہلے۔ بہرحال خواہ کوئی سی صورت ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نشان دکھانے سے انکار نہیں کرتے اور نہ وہ یہ کہتے ہیں

کہ میرے پاس میرے دعوے کی کوئی شہادت نہیں بلکہ آپ کی وحی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم تؤمنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم تسلمون۔ پس جو شخص خدا کی طرف سے اپنے دعوے پر شہادت پیش کرتا ہے اس کے متعلق سب سے پہلا سوال تو یہی ہے کہ جو شہادت وہ پیش کرتا ہے وہ کیسی ہے اگر اُس شہادت سے اُس کا منجانب اللہ ہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو تو اس کے متعلق ایسے سوال کرنا سخت گستاخی اور حماقت ہے۔ اور اگر اس کے پاس کوئی شہادت ہی نہیں یا وہ شہادت جو وہ پیش کرتا ہے اس کے منجانب اللہ ہونیکو ثابت نہیں کرتی تو پھر ایسے سوالوں کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بہرحال یہ سوالات اصل مقصد سے دُور لیجاتے ہیں اور بجائے فیصلہ کے پیچ در پیچ مباحثہ کی راہ کھولتے ہیں۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے مباحثین کی عقلوں کو کیا ہو گیا کہ جب انسے کسی دعوے کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو وہ خود ثبوت دیتے نہیں اور جب ہم کسی دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں تو وہ اسکی طرف آتے نہیں۔ کوئی شخص انسے پوچھ کر دیکھ لے کہ یسوع کی خدائی کا کیا ثبوت ہے تو وہ چند دعاوی پیش کر دیں گے۔ اور کوئی شخص ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت پیش کرے تو وہ اسکی طرف رخ نہیں کرینگے بلکہ دور از مقصد اور غیر متعلق سوالات اور بحث اٹھا کر اصل سوال کی حل کی طرف کبھی نہ آئیں گے۔ میں ڈانیل صاحب کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہتا بلکہ یہ جہالت عام عیسائی مناظرین کی بیان کی ہے۔ اگر ڈانیل صاحب اس پہلو کی طرف آئیں یعنی اس شہادت پر غور کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونیکا قطعی ثبوت دیتی ہے اور اس کے متعلق کوئی اعتراض انکے دل میں پیدا ہو تو میں خوشی سے انکا جواب دونگا کیونکہ یہ بحث واقعی نتیجہ خیز ہو سکتی ہے اب میں مثال کے طور پر کچھ اس شہادت میں سے پیش کرتا ہوں

براہین احمدیہ حضرت میرزا صاحب کی ایک تصنیف ہے۔ جو ۱۸۸۰ء سے لیکر ۱۸۸۴ء تک چار جلدوں میں شایع ہوئی گویا اب اسکو شایع ہوئے چوتھائی صدی کے قریب گذر چکی ہے۔ اس لمبے زمانہ کے بعد جب ہم اس کتاب کو جس میں اُس زمانہ کی وحی حضرت اقدس نے شایع کی ہے۔ دیکھتے ہیں تو ہمیں اور کسی ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ ایسا قطعی ثبوت آپ کے منجانب اللہ ہونیکا اس سے ملتا ہے جسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مثلاً ان چند پیشگوئیوں پر غور کرو جو اس کتاب میں درج ہیں۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ وانی جاعلک للناس اماما۔ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔ یاتیک من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق۔ ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ وقل رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین۔ اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفہ۔ تری اعینہم تفیض من الدمع۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس۔ ان الہامات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید پس وہ وقت قریب ہے جو تیری مدد کیلئے لوگ تیار کئے جائیں گے اور تجھ کو لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ میں بہت سے لوگ تیرے تابع اور تیرے پیرو کرونگا اور تو ان کا امام کیا جائیگا۔ میں لوگوں کے دلوں میں الہام کرونگا تا وہ اپنے مال سے تیری مدد کریں۔ دور دراز اور عمیق راہوں سے تجھے مالی مددیں پہونچیں گی۔ لوگ تیری خدمت میں دور دور کی راہوں سے آئیں گے۔ پس تجھے لازم ہے کہ انسے بدخلقی نہ کرے

اور ان کی کثرت اور انبوہ اور فوج در فوج آنیسے تھک نہ جائے۔ اور یہ دعا کی کہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تجھ سے بہتر اور کوئی وارث نہیں۔ خدا اصحاب الصفہ تیرے لئے مہیا کریگا اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا چیز اصحاب الصفہ ہیں تو دیکھیگا کہ ان کے آنسو جاری ہونگے (اور کہیں گے) کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ مخالف ارادہ کریں گے کہ جس نور کو خدا دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ اس کو بجھا دیں مگر خدا اس نور کو پورا کریگا۔ اگرچہ کافر لوگ کراہت بھی کریں خدا تمہیں انکی شرارت سے بچائیگا اگرچہ لوگ بچا نہ سکیں۔

یہ پیشگوئیاں ایسی واضح ہیں کہ انکی تشریح کرنیکی بھی کوئی ضرورت نہیں اور نہ وہ کسی تفصیل کی محتاج ہیں۔ نزول وحی کے وقت میں مہبط وحی کی کیا حالت تھی وہ بھی انسے ظاہر ہے اور آئندہ اس حالت میں کیا کیا تغیرات آنیوالے ہیں وہ بھی کھول کر بیان ہوا ہے۔ اسوقت ایک شخص تنہا اور غیر معروف ہے آئندہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ وقت آویگا جب اسے شہرت دیجاویگی اور لوگ اسکی نصرت کیلئے کھڑے کئے جاوینگے فوج در فوج لوگ دور دور سے آئیں گے اور کچھ ایسے بھی ہونگے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر اسی جگہ آ رہیں گے۔ بڑی مخالفت ہوگی اور لوگ ہلاک کرنیکی کوشش کرینگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نصرت اور غلبہ دیکر اس سلسلہ کو سرسبز کریگا اور تمام دنیا میں پھیلائیگا۔ ڈاننیل صاحب کیلئے یہ ایک آسان راہ ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ کتاب براہین احمدیہ جس میں پیشگوئیاں شائع ہوئیں پچیس سال سے دنیا میں شائع ہو چکی ہے؟ آیا یہ پیشگوئیاں جو اوپر نقل کیگئی ہیں اس میں بعینہٖ اسی طرح درج ہیں؟ کیا مصنف کتاب اسوقت تنہا اور گمنامی کیحالت میں تھا؟ جب ان باتوں کے متعلق انکا اطمینان ہوجائے تو پھر وہ ان سوالات پر غور کریں کہ آیا اب لوگ فوج در فوج دور دور کی راہوں سے چلکر انکے پاس آتے ہیں؟ (چونکہ وہ خود بھی قادیان میں آچکے ہیں اسلئے وہ اس معاملہ میں مشاہدہ بھی رکھتے ہیں) کیا ایسے لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس موجود ہیں جو اپنے گھروں اور کاروبار کو چھوڑ کر محض اسلئے آپ کے پاس آ رہے ہیں کہ انہوں نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو خدا کیطرف انکو بلاتا تھا؟ کیا ان پیشگوئیوں کے شائع ہونیکے بعد مخالفت کا خطرناک طوفان انکے خلاف اٹھا تھا؟ کیا اس مخالفت کے طوفان نے اس نور کو جو خدا نے روشن کیا تھا بجھا دیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ میری کسی تشریح کے بغیر ہی ڈاننیل صاحب کو ان سوالوں کا بھی اطمینان بخش جواب مل جائیگا۔ اب اسکے بعد صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا ایسی پیشگوئیوں کا کرنا جو اسقدر قوت اور شوکت اور عجیب کے اسرار اپنے اندر رکھتی ہوں اور پھر اس طرح صفائی سے پوری ہوں انسانی طاقت کے اندر ہے؟ شاید ڈاننیل صاحب کو اس بات سے انکار نہ ہوگا کہ آئندہ کے متعلق کوئی انسان یہ بھی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ میں اسقدر عرصہ زندہ رہونگا اور اگر اسقدر دعویٰ کرنا بھی انسان کی طاقت میں نہیں تو یقیناً یہ دعاوی جو اس دعویٰ سے کہیں بڑھکر ہیں اسکی طاقت کے اندر نہیں ہو سکتے۔ کون انسان کہہ سکتا ہے کہ اسپر وہ زمانہ بھی آئیگا جب جوق در جوق لوگ باوجود دنیا کی سخت مخالفتوں کے اسکی خدمت میں حاضر ہونگے بلکہ اپنے گھر بار چھوڑ کر اسکے پاس آ رہیں گے؟ ہر ایک آئندہ واقعہ جو کسی انسان کو پیش آنیوالا ہے وہ ایسے پیچ در پیچ اسباب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو انسان کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آئندہ زندگی کے متعلق انسان کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں ضرور اتنی مدت زندہ رہونگا۔ پھر یہ کیونکر انسانی طاقت کے اندر ہو سکتا ہے کہ اسقدر مدت

پہلے جو چوتھائی صدی تک پہونچ گئی ہے وہ اپنے متعلق آئندہ کی پیشگوئیاں شایع کرے اور پیشگوئیاں بھی ایسی قوت اور شوکت والی کہ خود ان باتوں کا حاصل ہونا بظاہر حالات قریبًا قریبًا ناممکن معلوم ہو لیکن اگر ڈانیل صاحب کا یہ خیال ہو کہ واقعی ایسی پیشگوئیوں کا کر لینا انسانی طاقت کے اندر ہے تو وہ انبیائے سابقین اور خصوصًا حضرت مسیح کی ان پیشگوئیوں میں سے جنھیں وہ واقع شدہ سمجھتے ہیں دو چار ایسی پیشگوئیاں نکال کر دکھادیں جو ان پیشگوئیوں سے بڑھکر اسرار غیب پر مشتمل ہوں اور ایک ما بہ الامتیاز قایم کریں کہ فلان بات انسانی طاقت کے اندر ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے اور فلان بات انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور صرف صرف خدا کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور وہ حضرت مسیح اسرائیلی کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے اسکے علاوہ انکا یہ بھی فرض ہوگا کہ وہ دکھاویں اور چند ایسی مثالیں پیش کریں جن میں ایک انسان نے ایسی ہی پیشگوئیاں کی ہوں اور وہ پوری ہوگئی ہوں۔

یہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں سے مثال کے طور پر ایک پیشگوئی لے لی ہے ورنہ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ جسقدر الہامات اوپر نقل کئے گئے ہیں وہ سب کے سب اپنے اندر الگ الگ پیشگوئیاں رکھتے ہیں۔ اور ایسا ہی آپکی کل وحی کی حالت ہے مثلًا انہیں الہامات میں ایک یہ پیشگوئی بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر آپکی خدمت میں رہیں گے۔ انکو اصحاب الصفہ کہا گیا ہے۔ اب کون شخص ہے جو انسانی قیاس سے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ میں آیندہ ایک ایسا عظیم الشان انسان بننے والا ہوں کہ لوگ میری طرف کھنچے چلے آئینگے یہانتک کہ وہ ہر طرح کی آسایشوں کو چھوڑ کر میری خدمت میں رہنا اپنا فخر سمجھیں گے۔ پھر ایک الہام میں یہ پیشگوئی ہے کہ سخت مخالفت ہوگی اور لوگ جان سے مار ڈالنے کے منصوبے کریں گے مگر انکا کوئی منصوبہ کام نہ آئیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس پیشگوئی کے شایع ہونیکے برسوں بعد مخالفت کا شور اٹھا اور یہ فتوے دیے گئے۔ کہ اس شخص کو جو مسیح موعود ہونیکا دعوی کرتا ہے قتل کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اور اس طرح پر جاہلوں کو جو مذہب کی خاطر سب کچھ کر گذرنیکو تیار رہیں اکسایا گیا کہ وہ آپکو جان سے مار ڈالیں اور بعض لوگوں نے سازشیں کیں بعض نے خطوط لکھے بعض نے مشتہر کیا کہ ہم قتل کر دیں گے مگر خدا کے کلام کے مطابق آپ ان تمام مخالفتوں اور منصوبوں کے اثر سے بچائے گئے۔ اگر خدا کا ہاتھ آپ کی حمایت اور محافظت میں نہ ہوتا تو اس مخالفت کی آگ میں سے بچ نکلنا ناممکن تھا۔ یہی آپ کی ہر ایک وحی کا حال ہے۔ کہ وہ عظیم الشان اور فوق الطاقت پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ اصل میں منجانب اللہ وحی کی خاص علامت ہے کہ اس میں اسکے منجانب اللہ ہونیکے نشان خود موجود ہوتے ہیں اور اس طاقت اور علم کا اظہار ہوتا ہے جو تمام انسانوں کی طاقت سے بالاتر ہے اگر خدا کی وحی میں یہ خصوصیت نہ ہوتی تو سچی اور جھوٹی وحی میں کوئی امتیاز نہ ہوسکتا۔ اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ جس الہام کے ساتھ خدائی طاقت اور علم کا اظہار نہ ہو وہ کسی اور طرح پر منجانب اللہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا ہی جب ایک وحی میں ایسی طاقت اور علم پایا جاوے تو پھر اسکی صداقت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا اور نہ اسکے منجانب اللہ ہونے پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے۔

اب اس مختصر تمہید کے بعد میں ڈانیل صاحب کے سوالوں کا بھی تھوڑا تھوڑا جواب دیتا ہوں اگرچہ دراصل فیصلہ کن وہی بات ہے جسکو میں اوپر پیش کر چکا ہوں مگر چونکہ ممکن ہے کہ ڈانیل صاحب یہ خیال کریں۔ کہ ان کے سوالات

کا کوئی جواب ہی نہیں اس لئے انکی غلط فہمی کا رفع کرنا بھی ضروری ہے۔ سوال اول اور دوئم میں ڈانیل صاحب ناواقفیت کی بناپر سوال نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو بعض امراض لاحق حال ہیں انکی بناپر گویا یہ حملہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی وحی دماغی حالت کے خراب ہونیکی وجہ سے ہے جس سے مطلب انکا دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ آپ گویا مجنون ہیں۔ اور آپکی وحی گویا دیوانہ کے پراگندہ خیالات ہیں۔ ماحصل اس اعتراض کا صرف یہ ہے کہ آپکی وحی منجانب اللہ نہیں۔ ہمنے منجانب اللہ وحی کی شناخت کی سچی علامت کو اوپر بیان کر دیا ہے۔ اور پادریصاحب کا فرض ہے کہ اس کسوٹی پر حضرت مرزا صاحب کی وحی کو پرکھیں کہ آیا وہ منجانب اللہ طاقتور اور غیب کی مقتدرانہ پیشنگوئیوں پر مشتمل کلام ثابت ہوتا ہے یا دیوانہ کی بڑ۔ ڈانیل صاحب کو اس قسم کا لغو اعتراض کرکے خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تمام مخالفین انبیائے علیہم السلام ہمیشہ انبیاء کو دیوانہ کہتے چلے آئے ہیں۔ اوروں کو چھوڑ کر آپ حضرت مسیحؑ کی نسبت ہی دیکھیں کہ دشمن تو دشمن دوست بھی انکو دیوانہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں میں سے اکثر لوگوں کی رائے تو یہ تھی کہ "اسکے ساتھ شیطان ہے اور وہ دیوانہ ہے" (یوحنا ۱۰) مگر خود آپکے خیرخواہوں کو یقین ہوگیا تھا۔ کہ آپ نعوذ باللہ مجنون ہوگئے ہیں چنانچہ مرقس باب ۳ آیت ۲۱ میں لکھا ہے کہ جب اسکے دوستوں نے (اور بعض نے اس لفظ کا ترجمہ رشتہ دار کیا ہے جس سے مراد انکے بھائی معلوم ہوتے ہیں) اسکے متعلق ایسی ایسی باتیں سنیں تو وہ اس کے پکڑنے کے لئے نکلے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ دیوانہ ہے۔" دوستوں اور خیرخواہوں یا عزیز رشتہ داروں اور بھائیوں کو یہ پختہ یقین ہو جانا کہ نعوذ باللہ آپ کی دماغی حالت خراب ہوگئی ہے اور اس یقین کا یہاں تک مضبوط ہو جانا کہ وہ آپکو گرفتار کرنیکے لئے نکلے جس سے شاید انکا یہ منشاء ہو کہ آپ کو حکومت کے سپرد کردیں کہ وہ آپ کو پاگل خانے میں رکھے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو بہت تشریح کی محتاج نہیں اور ڈانیل صاحب کا فرض ہے کہ ان باتوں کا خیال بھی کرلیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو چاہیں کہہ لیں۔ بڑے بڑے فقیہ جو مسیحؑ کی ملاقات کیلئے یروشلم سے آئے تھے انہوں نے بھی ملاقات اور گفتگو کے بعد یہی رائے قائم کی کہ آپکو جنون ہوگیا ہے "تب فقیہوں نے جو یروشلم سے آئے تھے کہا کہ بعلزبول اس کے ساتھ ہے اور وہ دیووں کے سردار کی مدد سے دیووں کو نکالتا ہے۔" (مرقس ۳) البتہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہودی آپ کو استعمال شراب کی وجہ سے پاگل سمجھتے تھے کیونکہ وہ آپ کو شرابی تو کہا کرتے تھے اور اس میں بھی شک نہیں کہ مسکرات کے زیادہ استعمال سے دماغ کو سخت نقصان پہونچتا ہے اور بہت لوگ اسی وجہ سے دیوانے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور یا ممکن ہے کہ انہوں نے آپ سے اور کوئی ایسے افعال سرزد ہوتے دیکھے ہوں جس سے یہ نتیجہ نکالا ہو۔ بہرحال یہ دیوانگی کا الزام پرانا چلا آتا ہے اور جب عیسائی صاحبان خود ان الزاموں کی جوابدہی کرلیں تو پھر دوسروں پر الزام لگانے بھی اچھے لگتے ہیں۔

باقی رہی وہ بیماریاں جو حضرت مسیح موعودؑ کے لاحق حال ہیں۔ وہ تو آنکھوں والوں کیلئے ایک نشان ہیں نہ جائے اعتراض کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ مسلم میں ایک لمبی حدیث کے اثناء میں مسیح موعود کا ظہور مھرودتین میں بیان کیا گیا یعنی دو زرد چادروں میں۔ اب ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر عبث نہیں دی اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ واقعی اسنے اس رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے پھر پگڑی اور کوٹ پاجامے کے رنگوں کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا اور علاوہ ازیں اگر اوڑھنے کی چادریں بیچ زرد ہونی تھی تو

میں دو نہیں یعنی دو چادریں کیوں فرمایا؟ چونکہ پیشگوئیوں کی بنا وحی یا مکاشفات یا رؤیا پر ہوتی ہے - اس لئے اس میں اکثر اوقات وہ استعارات مستعمل ہوتے ہیں جو رؤیا اور مکاشفات کے متعلق ہوتے ہیں - اب جب ہم تعبیر کی لغت میں زرد لباس کے معنے ڈھونڈتے ہیں تو تمام معبرین بالاتفاق ہمیں بتاتے ہیں کہ زرد لباس سے مراد بیماری ہوتی ہے یہی امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان معنوں کو معلوم کر کے حدیث کے معنوں میں کچھ بھی شک نہیں رہ جاتا - دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور واقعی وہ ہی بیماریاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاحق حال ہیں جو مدت سے چلی آتی ہیں - ایمیں سے ایک مرض کثرت پیشاب ہے اور دوسری غشی یعنی برد اطراف ہو کر نبض کا کمزور اور دل کی حرکت کا سست ہو جانا - یہ مرضیں نہ صرف اس رنگ میں ہی نشان ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنیوالی ہیں بلکہ اس لئے بھی نشان ہیں کہ ایک شخص جسکی حالت صحت ایسی ہو کہ جب مرض کا دورہ ہو تو موت تک نوبت پہونچ جائے وہ کیونکر انسانی قیاس سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نہ صرف میں اسی سال یا اسکے قریب قریب عمر پاؤنگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی ہے) بلکہ یہ بھی کہ میری بہت مخالفت ہوگی اور طرح طرح کے منصوبے میرے ہلاک کرنیکے لئے کئے جائیں گے مگر میں غالب ہونگا - اور فوج در فوج لوگ میرے پاس آئیں گے اور مخلوق بکثرت میری طرف رجوع کریگی اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ تین اس وقت کہی تھیں جب ابھی ان بیماریوں کا حملہ نہ ہوا تھا تو میں کہتا ہوں کہ بیماریوں کے حملے کے بعد اور حملوں کے اوقات میں بھی کئی دفعہ انہی باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے اور ان پیشگوئیوں کو بار بار دوہرایا گیا ہے - غرضکہ ان دو بیماریوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں پایا جانا خود اس مدعی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بڑی زبردست شہادت ہے - ایسا ہی اور بھی بہت سے نشان ہیں کہ جنکا ذکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں پایا جاتا ہے جو اس وقت پورے ہو کر خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء دونوں کی صداقت کو پکار رہے ہیں مگر اندھے مخالف کا کیا علاج ہے جو ہر خوبی کی بات میں عیب تلاش کرتا ہے -

بیماری تو انسان کے لئے ضروری ہے جس طرح بھوک پیاس اور تکان ضروری ہے اور کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہو سکتا - بلکہ ڈائین صاحب جسے خدا مانتے ہیں وہ بھی بیماری سے خالی نہ تھا - اور انسانی فطرت میں جو کمزوریاں ہیں وہ اسمیں بھی ویسی ہی پائی جاتی تھیں جیسی دوسرے کسی انسان میں - کیا کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو بھوک سے از خود رفتہ ہو کر انجیر کے درخت کیطرف دوڑتا ہے - وہ بیماری سے خالی ہو سکتا ہے ؟ مگر بات یہ ہے کہ انجیل نویسوں کے دل پر عجائب عجائب باتیں لکھنے کا خیال اسقدر غالب تھا کہ بیماریوں وغیرہ کا ذکر وہ نہ کر سکتے تھے - اور اصل میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف کہ فلاں وقت آپکو سر درد تھا یا فلاں وقت پیٹ میں درد ہو گیا تھا معمولی تاریخ نویس کو توجہ بھی نہیں ہوتی - مگر یہ شہادت جو انہوں نے دی ہے کہ آپ کو بھوک لگتی تھی تو آپ شکم پری کرنیکے لئے کھانا کھایا کرتے تھے بلکہ مچھلی کے کباب کو تو بہت پسند کرتے تھے - اور آپ کو پیاس لگتی تھی تو آپ پانی پیا کرتے تھے - اور نیند آتی تھی تو سو جاتے تھے یہ کافی ہے اس بات کے ثابت کرنیکے لئے کہ آپ میں وہ تمام عوارض پائے جاتے تھے - جو دوسرے انسانوں میں پائے جاتے ہیں اور اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ بیمار بھی ہوا کرتے تھے اور اگر آپ کا یہ خاکی جسم بیماریوں کے لئے روک ہوتا تو کوڑوں کے زخم آپ کی پشت پر کیوں پڑ جاتے اور میخوں کے زخم اتنے گہرے کیونکر ہو جاتے

جن میں ایک آدمی ہاتھ بھی ڈالسکے بلکہ اب تو عیسائی صاحبان کو حضرت مسیح کی موت ثابت کرنیکے لئے آپ کا انشقاق القلب ماننا پڑا ہے۔ اس سے بڑھکر بیماری کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور ان واقعات کی موجودگی میں کوئی سمجھدار عیسائی اسبات سے انکار نہیں کریگا کہ آپ کو کبھی سردرد بھی ہو جایا کرتا تھا اور کوئی معمولی امراض لاحق حال ہو جاتے تھے مگر یہ معمولی بیماریاں محل اعتراض نہیں اور جنون یا دماغی خلل ایک ایسی موٹی بات ہے کہ ہر ایک آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے اور جسکو دماغی خلل ہو اسکے پیچھے لاکھوں انسان اسکے تابع فرمان ہو کر نہیں چلا کرتے اور پھر خلل دماغ والے کی پیشگوئیوں کا اثر نیچر پر کیونکر ہو جاتا ہے۔ اور وہ سچی کیوں نکلتی ہیں ہاں خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ایسی خبیث امراض سے جیسے جنون اور جذام وغیرہ) وہ اپنے انبیاء کو ہمیشہ محفوظ رکھتا ہے۔ معمولی امراض انکو ہوتی ہیں مگر وہ محل اعتراض نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو بشر ہی کہتے ہیں ہاں یسوع کی صورت میں معمولی امراض اور کھانا پینا بھوک پیاس لگنا بھی جائے اعتراض ہیں کیونکہ آپ لوگ اسے بشر سے بڑھکر کچھ بناتے ہیں۔ مگر ان معمولی امراض کے علاوہ انجیل نویسوں نے حضرت مسیح کیطرف بعض ایسے واقعات منسوب کئے ہیں جو ایک پیغمبر کی شان کے شایاں نہیں ہیں منجملہ انکے القائے شیطانی ہے۔ انجیل نویس تو صرف یہی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح شیطان کے ساتھ ساتھ پھرتے رہے مگر ایک عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے اور خود عیسائیوں نے آخر اسبات کو قبول کیا ہے کہ شیطان کا مسیح کے ساتھ ساتھ چلنا ایسا نہ تھا جیسے دو آدمی ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر یا ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور شیطان جسمانی شکل میں نمودار ہوا تھا بلکہ یہ ایک کشفی نظارہ تھا اور شیطان کا یہ باتیں کہنا کہ تم مجھے سجدہ کر و یا اوپر سے گر جاؤ وغیرہ یہ شیطانی القا تھے اور اگرچہ مسیح نے القائے شیطان کو دور کر دیا مگر ایسے ایسے واقعات ایک شک کرنیوالے کو بہت گنجائش دیتے ہیں اور ادھر ایک اور مشکل پیش آتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو شیطان سلطنت کا وعدہ کرتا ہے اور دوسری طرف حضرت مسیح کا بھی ایسا خیال پایا جاتا ہے کہ وہ داؤد کے تخت کو حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ شاید اسی غرض کے حصول کے لئے شاگردوں کو یہ حکم بھی دیا تھا۔ کہ تم کپڑے بیچ دو اور تلواریں خرید لو۔ ممکن ہے کہ ان ننگے سپاہیوں کے ساتھ آپ رومی سلطنت کو فتح کرنیکا خیال رکھتے ہوں اور بعد میں اس خیال کی اصلاح ہو گئی ہو۔ الغرض کسی معمولی بیماری جیسے سردرد سر چکر آنا وغیرہ یہ کوئی ایسی امراض نہیں جنکی بنا پر کسی نبی کی نبوت باطل ہو سکے۔

دوسرے سوال میں ڈانیل صاحب یہ دریافت کرتے ہیں کہ وہ دماغی مرض جو اصل میں آپ کے اپنے ہی دماغ کی مرض ہے کب شروع ہوئی۔ اب اسکے جواب کی ضرورت نہیں رہی۔ باقی رہیں معمولی امراض سو کوئی انسان یہ یادداشت نہیں بنایا کرتا کہ پہلے پہل اسکو سردرد کب ہوا تھا۔ اور نہ ہی ان دو بیماریوں کے متعلق کوئی ٹھیک تاریخ بیان کی جا سکتی ہے جو پیشگوئی کے مطابق آپکے لاحق حال ہیں مگر چونکہ الہام الٰہی آپکو بہت عرصہ سے ہوتا ہے۔ قیاساً کہا جاتا ہے کہ یہ بیماریاں بعد میں شروع ہوئیں۔ دوسرے سوال میں ہی ڈانیل صاحب یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ آپکے رشتہ داروں میں سے نرالے دعوے کس کس نے کئے اس تجاہل عارفانہ سے کیا حاصل ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اپنا شک پیش کرتے کہ چونکہ امام الدین نے بھی کوئی دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے آپکے مسیح موعود ہونیکے دعوے پر فلاں زد پڑتی ہے مگر ڈانیل صاحب اسبات کو یاد رکھیں کہ امام الدین نے کبھی ملہم من اللہ ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب اسنے دیکھا کہ خاکروب بکثرت عیسائی مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں تو اسنے چاہا کہ انکو اس پھندے سے بچانیکے لئے کوئی

راہ نکالی۔ سو اسنے یہ اعلان کر دیا کہ یسوع تو خدا کا بیٹا تھا مگر لال بیگ خدا کا بھائی تھا اور اس طرح سے قوم خاکروب کو عیسائی مذہب قبول کرنے سے روکنا چاہا مگر اسنے غلطی کی کیونکہ خاکروبوں کا عیسائی مذہب قبول کرنا اس وجہ سے نہ تھا۔ کہ اُنکو نجات کی سمجھ آگئی تھی انہوں نے یسوع کو روحانی منجی سمجھ کر قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ان کو جسمانی منجی کا کام دیتا تھا یعنی عیسائی مذہب کے قبول کرنے سے وہ نہ صرف بیگار وغیرہ سے چھوٹ جاتے تھے۔ بلکہ کچھ تعلیم حاصل کر کے وہ دنیوی وجاہت بھی حاصل کر سکتے تھے۔ مگر اس دعوے کے پیش کرنے سے اگر ڈاینل صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس سے مسیح موعود کے دعوی پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ تو ان جھوٹے مسیحوں کے دعوں کا یسوع کے دعوی پر اثر کو بھی سوچ لیں جو یسوع کے وقت میں اور اس سے پہلے یہودیوں کے درمیان ظاہر ہو رہے تھے۔ بلکہ وہاں تو کہنے والے کو یہ گنجائش بھی ملتی ہے کہ وہ کہدے کہ انہی جھوٹے مسیحوں کی طرف دیکھکر یسوع نے بھی دعویٰ کر دیا پس ڈاینل صاحب سوچ لیں کہ اُنکے ایسے اعتراضوں کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے افسوس ہے کہ انہوں نے اصل بات کیطرف رجوع نہ کی۔ اور ناحق ان فضول جھگڑوں میں پیرا اور اپنا وقت ضائع کیا

ڈاینل صاحب کا تیسرا سوال اس امر کے متعلق ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کو اپنی وحی کے منجانب اللہ ہونے یا دعووں کے غلط ہونیکا کبھی شک بھی ہوا ہے۔ اسکے جواب میں حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر سے انکے اپنے الفاظ میں جواب نقل کرتا ہوں جو اسی قسم کے سوال پر دیا گیا تھا۔ وہ جواب یہ ہے۔ "جو کلام مجھپر نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ایک شوکت اور لذت اور تاثیر ہے وہ ایک فولادی میخ کیطرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اس کے دروازے مجھے ایک نہایت لطیف لذت آتی ہے کاش اگر میں قادر ہو سکتا تو میں اسکو بیان کرتا مگر روحانی لذتیں ہوں خواہ جسمانی انکی کیفیات کا پورا نقشہ کھینچکر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھکر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحت حسن سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہیں کر سکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علت العلل ہے جیسا کہ اسکا دیدار اعلیٰ درجہ کی لذات کا سرچشمہ ہے۔ ایسا ہی اسکی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے اگر ایک کلام انسان سنے یعنی ایک آواز اسکے دل پر پہونچے اور اسکی زبان پر جاری ہو اور اسکو شبہ باقی رہ جاوے کہ شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کیطرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ اور اسکے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک خارق عادت تجلی ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ذرہ ذرہ وجود پر تصرف کرنیوالے ملائک ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اسکے خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں اسلئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اسکو کوئی اور معجزہ نہ دیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی میں نے ایک بچہ کیطرح اسکی گود میں پرورش پائی اور اسنے مجھے ہر ایک

ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنیکی جگہ سے بچالیا وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہانتک کہ میں منزل مقصود تک پہونچ گیا۔ اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں۔ میں اسیطرح اسکو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں اور میں کیونکر اس سے انکار کروں اسنے تو مجھے خدا دکھلایا اور وہ چشمہ شیریں کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا اور ایک ٹھنڈی ہوا کیطرح ہر ایک حبس کے وقت میں مجھے راحت بخش ہوا وہ ان زبانوں میں بھی مجھ پر نازل ہوا جن زبانوں کو میں نہیں جانتا تھا جیساکہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی اسنے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور عظیم الشان نشانوں سے ثابت کردیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقایق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھولدیا جس سے میں اور میری تمام قوم بیخبر تھی وہ کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے ان دقیق اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا جنسے میں بیخبر تھا تو کیا باوجود ان روشن ثبوتوں کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے؟ کیا یہ باتیں شیطان کی لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور جس کی کشش ثابت کی اور عجیب بیان کرنے میں وہ بخیل نہیں نکلا بلکہ ہزارہا امور غیبیہ اسنے ظاہر کئے اور ہر ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلوں پر ڈالا اور میری طرف انکو لایا اور انکو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دیئے جن سے وہ سننے لگے اور صدق و ثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربانی ہونیکے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔

چوتھا سوال ڈانیل صاحب کا گناہ کے متعلق ہے کہ آیا مسیح موعود سے گناہ صادر ہوتا ہے یا نہیں۔ میری سمجھ میں تو دنیا میں عیسائیوں سے بڑھکر گناہ کی حقیقت سے ناواقف شاید ہی کوئی قوم ہو انکے نزدیک محض ایک لغو خیال سے انسان گناہ سے پاک ہوجاتا ہے یعنی جو شخص صرف اسقدر مان لے کہ ایک عورت کا بیٹا یسوع مسیح زمین و آسمان کا خدا تھا اور یہ بھی مان لے کہ وہ صلیب پر مرگیا تھا وہ گناہ سے پاک ہوجاتا ہے۔ خدا کے کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں دی بلکہ جو تعلیم اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے جنکو عیسائی بھی نبی مانتے ہیں ہمیشہ سے دیتا چلا آیا ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے جسکو سب سے آخر مگر سب سے عمدہ اور اعلیٰ طور پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ اس کفارہ کے باطل عقیدے نے عیسائیوں کو اسبات پر مجبور کیا ہے کہ وہ مانیں کہ کل نبی گنہگار تھے باستثنا ئے یسوع مسیح کے۔ عصمت پر مفصل بحث پہلے بھی گذر چکی ہے۔ یہاں میں ڈانیل صاحب کے سوالات کے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل حق بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو شیطان کے تسلط سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ کبھی عمداً خدا کی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ گناہ حقیقت میں کیا چیز ہے؟ یہ صرف خدا سے دور جانیکا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اور نہ وہ کبھی اسکی جناب سے دور ہی کئے جاتے ہیں اسلئے وہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ گناہ پیدا ہوتا ہے ایمان کے نقص اور کمزوری سے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان اسوجہ سے کہ وہ خدا کے تازہ بتازہ نشان مشاہدہ کرتے ہیں اور اسکے کلام سے مشرف ہوتے ہیں ایسے نقصوں سے خالی ہوتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا یقین انکو حاصل ہوتا ہے وہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرسکتے اور نہ خدا کی مرضی کے خلاف چل ہی سکتے ہیں۔ وہ اپنے تمام قویٰ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دیتے ہیں اور اسی کے ہو جاتے ہیں پس جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کہتے اور کرتے ہیں اور اسلئے وہ نہ قولاً گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور نہ فعلاً خدا کا کلام جو ان پر نازل ہوتا ہے وہ انکی

دلوں کو روشن کر دیتا اور ہر ایک ناپاکی سے پاک کر دیتا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ انسان ہوتے ہیں اور اس لئے وہ اپنی ضعف کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ بلکہ یہی اپنی ضعف کا اعتراف جو وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں یہی اعتراف انکو بچانیوالا ہوتا ہے وہ کبھی یہ خیال دل میں نہیں لاتے کہ انہوں نے اپنی طاقت سے کوئی کمالات حاصل کئے ہیں یا اپنی طاقت سے وہ گناہ سے بچتے ہیں بلکہ انکا دل اس احساس سے بھرا ہوا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انکی ہر ایک قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ ایک بچہ ہر وقت اپنی ماں کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ ہر آن اپنے مالک حقیقی کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور اسی کی پناہ میں اپنا بچاؤ سمجھتے ہیں یہی استغفار ہے یعنی طلب حفاظت الٰہی۔ یہ انکی کمزوری اور عاجزی کا اعتراف ہی ہے جسکو عیسائی اپنی نافہمی اور ناواقفیت سے گناہ کا اقرار سمجھتے ہیں حقیقی گناہ جو انسان میں اور خدائے تعالیٰ میں بُعد پیدا کر دیتا اور محبت اور یگانگت کے تعلقات کو منقطع کر دیتا ہے اس سے وہ بالکل پاک ہوتے ہیں مگر انسانی فطرت کی کمزوری جو اسکا خاصہ ہے انکے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے اگرچہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید سے وہ گرنے سے بچائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ حقیقی پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔ اسلئے انبیاء کبھی یہ جرأت نہیں کرتے کہ خود اپنی طرف ایسی پاکیزگی کو منسوب کریں بلکہ پاکیزگی کا سرچشمہ وہ خدا کو ہی سمجھ کر اپنی کمزوری اور عاجزی کا کھلا کھلا اعتراف کرتے ہیں یہی تشریح بعض ان فقرات کی ہے جنکو محل اعتراض بنایا گیا ہے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ کی حالت کو ہی دیکھو کہ جب ایک شخص نے آپ کو نیک استاد کہکر پکارا تو آپ نے معًا اسے روکا اور کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو سوائے ایک کے یعنی خدا کے اور کوئی نہیں متی ۱۹ ۔ اب اگر ہم ان الفاظ کے معنے اسی طرح پر کریں جس طرح عیسائی صاحبان دوسرے انبیاء کے ایسے ہی اقوال کے کرتے ہیں تو ان لفظوں کے معنے سوائے اسکے کچھ نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے صاف الفاظ میں اپنے گنہگار ہونیکا اقرار کیا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کا منشاء سائل کو صرف یہ سمجھانے کا تھا کہ حقیقی نیکی اور پاکیزگی تو صرف اللہ تعالیٰ کیطرف ہی منسوب ہو سکتی ہے پس وہی اپنے حقیقی معنوں میں نیک کہلانیکا مستحق ہے اور اس طرح پر مثل دوسرے انبیاء کے انہوں نے اپنے بشری ضعف اور کمزوری کا اعتراف کیا پس اس قسم کے الفاظ کا کسی پیغمبر کے کلام یا وحی میں پایا جانا اسکی عصمت کے منافی نہیں۔

پانچواں اور چھٹا سوال جو مماثلت کے متعلق ہیں بعض غلط فہمیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ جہانتک بابا نانک صاحب کا سوال ہے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں مثیل نانک ہوں۔ بابا نانک صاحب خود ایک سچے مسلمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ سلم کے پیرو تھے۔ اور انہوں نے کوئی نیا مذہب نہیں نکالا نہ ہی پیغمبر ہونیکا دعویٰ کیا۔ اس کا قطعی ثبوت چولہ صاحب سے ملتا ہے جو بمقام ڈیرہ بابا نانک آجتک انکے ورثا رمیں بابا نانک صاحب کی ایک عظیم الشان یادگار چلی آتی ہے۔ اور سکھوں کے اندر نہ صرف اسے عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اسکی پوجا بھی کیجاتی ہے اور اسپر نذریں چڑھائی جاتی ہیں۔ اس چولہ میں بابا نانک صاحب اپنا مذہب بھی چھوڑ گئے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں بھی اپنے مذہب کو چھپا کر نہیں رکھا بلکہ اس چولہ پر جسکو وہ پہنا کرتے تھے انکا مذہب کھلے کھلے الفاظ میں لکھا ہوا ہے تا کوئی شک باقی ہی نہ رہے۔ چنانچہ اس چولہ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ پس بابا نانک صاحب سچے مسلمان تھے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنا

فرق سمجھنے تھے اور ڈانیل صاحب جو کرشن اور مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں فرق بتاتے ہیں یہ بھی انکی غلطی ہے خدا کے کل نبیوں نے ہمیشہ سے ایک ہی تعلیم دی ہے مگر ایسا ہو جاتا ہے کہ انکی وفات کے کچھ عرصہ بعد لوگ انکی تعلیم کو بگاڑ کر غلط عقائد داخل کر دیتے ہیں حضرت مسیح نے کبھی کفارہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہ عیسائیوں کی اپنی تراشی ہوئی راہ ہے مسیح اسی راہ پر چلنے کی تعلیم دیتا تھا جسکی تعلیم اس سے پہلے نبی دیتے چلے آئے تھے ایسا ہی کرشن نے تناسخ کی تعلیم نہیں دی اسپر مبسوط بحث میں دسمبر ۱۹۰۱ء کے رسالہ میں کر چکا ہوں۔ ڈانیل صاحب مماثلت کا ثبوت بھی طلب کرتے ہیں۔ یہ میں ابتدا میں ہی دے چکا ہوں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام منجانب اللہ ہے تو انکے دعوے سچے ہیں اور اسکے لئے جو شہادتیں میں نے شروع میں پیش کی ہے اسپر ڈانیل صاحب غور کریں۔ وہ یہ بھی غور کریں کہ اسبات کو عیسائیوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح کی آمد کے نشان سب پورے ہو چکے ہیں اور یہی وقت اسکے آنیکا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ غلط خیالات کی بنیاد پر جھوٹی امیدیں باندھے بیٹھے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ خود یسوع کو ہی واپس آنا چاہیئے حالانکہ ایسا ہی خیال انسے پہلے ایک قوم کو تباہ کر چکا ہے کہ انہوں نے مسیح اسرائیلی کو اسی وجہ سے قبول نہ کیا جسطرح عیسائیوں کو مسیح کی دوبارہ آمد کی خبر دیگئی ہے یہودیوں کو انکی آسمانی کتابوں میں جنکو عیسائی بھی آسمانی مانتے ہیں یہ خبر دیگئی تھی کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آئیگا تو سچا مسیح آئیگا۔ مگر الیاس نہ آیا اور خود حضرت مسیح کو ہی یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ الیاس کی دوبارہ آمد سے مراد انکے مثیل یوحنا کی آمد ہے۔ افسوس ہے کہ عیسائی صاحبان اب اپنے مذہب کے بانی کے فیصلہ کو بھی نہیں مانتے۔ ڈانیل صاحب غور کریں کہ کیا مسیح نے یہ فیصلہ نہیں کیا۔ پس اگر یہ فیصلہ سچ نہ تھا تو یہودی سچے رہے اور حضرت مسیح نعوذ باللہ مفتری ٹھہرے۔ اور اگر یہی فیصلہ سچا تھا تو پھر اُسی مسیح کے آنیکو آپ لوگ کیوں منتظر ہیں۔ نشان پورے ہو چکے وقت گذر چکا۔ خدا کا مسیح ظاہر ہو چکا جو پہلے انبیاء کی طرز پر اپنے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت دیتا ہے۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا۔

ڈانیل صاحب کا آخری سوال ایک جملہ کے متعلق ہے جو حضرت مسیح موعود کی اُس چٹھی میں واقع ہوا ہے جو آپ نے ڈوئی کو جو الیاس ہونیکا مدعی ہے لکھی تھی۔ اور اسکو مباہلہ کیلئے بلایا تھا۔ اس جملے کا مطلب اس کل فقرے کو پڑھکر خود ہی سمجھ میں آجاتا ہے اور اسلئے میں کوئی اور جواب دینے کی بجائے وہی فقرہ نقل کر دیتا ہوں سیاق و سباق خود بتا دیگا کہ اسکے کیا معنے ہیں۔ "میں ایسے شخص کا سخت دشمن ہوں کہ جو کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر پھر خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ گو میں مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے پاک قرار دیتا ہوں کہ اسنے کبھی خدائی کا دعوی کیا تاہم میں دعوی کرنیوالے کو تمام گنہگاروں سے بدتر سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری اور پاک ہے اور اس نے کئی دفعہ مجھسے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کی۔ ایک دفعہ میں نے اور اسنے عالم کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھکر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا اور اسنے اپنی فروتنی اور محبت سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب سے میں اس کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں سو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسکے موافق میرا یہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھے حکمت اور مصلحت الہی نے اسکی نسبت زیادہ کام سپرد کیا ہے اور اسکی نسبت زیادہ فضل اور کرم کے وعدے دیئے ہیں مگر پھر بھی میں اور وہ روحانیت کی رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اسی بنا پر میرا آنا اسی کا آنا ہے جو مجھسے انکار کرتا ہے وہ اس سے بھی انکار کرتا ہے۔ اس نے

مجھے دیکھا اور خوش ہوا پس وہ جو مجھے دیکھتا اور ناخوش ہوتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے نہ مجھ میں سے اور نہ مسیح ابن مریم میں سے اور مسیح ابن مریم مجھ میں سے ہے اور میں خدا سے ہوں مبارک وہ جو مجھے پہچانتا ہے اور بدقسمت وہ جس کی آنکھوں سے میں پوشیدہ ہوں"

انسانی نسل کشی اور حفاظت اولاد کا مقابلہ

ایک انگریزی کتاب جس کے نام کا ترجمہ عنوان میں درج ہے میرے پاس بغرض ریویو پہونچی ہے اسکا مصنف ایک شخص ایچ ملٹن مسٹر نامی ہے اور اگرچہ صرف ساٹھ صفحہ کی کتاب ہے مگر اسکی ایک ایک سطر قابل قدر ہے۔ اس میں عیسائی ممالک کے جھوٹے پرہیزگاری کے دعوے کی حقیقت کھولکر دکھائی گئی ہے۔ اور مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ کونسی راہ اختیار کرنے سے عیسائی ممالک میں بدکاریوں کی کمی ہو سکتی ہے۔ جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ حیرت میں ڈالنے والے ہیں مگر اس سے بڑھکر حیرت میں ڈالنے والا یہ امر ہے کہ عیسائی صاحبان ان واقعات کیطرف توجہ نہیں کرتے تعجب ہے کہ ان قوموں میں جہاں ہزاروں دانشمند عجیب عجیب رنگوں میں اپنی ذہانت کے نئے نئے نمونے دکھاتے ہیں ایک بھی ایسا نہیں جو ان بیماریوں کے علاج کیطرف توجہ کرے جو عیسائی سوسائٹی کی جڑھ کو کھا رہی ہیں۔ مہذب دنیا اپنے عیش کے شغلوں میں اسطرح آنکھیں بند کرکے مصروف ہے کہ وہ کبھی یہ غور بھی نہیں کرتے کہ ان باتوں کا آخر انجام کیا ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی شخص ان میں کثرت بدکاری پر لکھنے کی جرأت بھی کرتا ہے تو وہ مہذب سوسائٹی سے لعن وطعن کا ہی انعام پاتا ہے اور اسباب کو کہ اصل تصویر ان سیاہ کاریوں کی کوئی کھینچے جو پھیلی ہوئی ہیں سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو واقعات مسٹر صاحب نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں وہ انہوں نے عیسائی اخباروں یا عیسائیوں کی تحریروں سے ہی لئے ہیں اور ان میں سے میں بطور اختصار یہاں چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے میری غرض صرف یہ ہے کہ تا ان امور کیطرف تہذیب کے دعویدار توجہ کرکے علاج کی تلاش میں لگیں۔

"رنسکاگو کا ڈاکٹر نایٹ لکھتا ہے کہ امریکہ میں مرد عورت کے تعلقات میں بدکاری بڑی تیزی سے پھیلتی جاتی ہے اور اسیکا نتیجہ ہے کہ نہ صرف حمل کے اسقاط میں ہی کثرت ہوتی جاتی ہے بلکہ بچہ کشی بہت پھیلتی جاتی ہے۔ اور ان دونوں باتوں کی کثرت ضرور قانون کو مجبور کریگی کہ انکے روکنے کیلئے سخت سزائیں خاص طور پر دیجاویں حمل کو روکنے کی رسم بہت پھیل گئی ہے اور یہ ایک خطرناک بدی ہے اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ لوگ دنیا کی عیاشی اور نفسانی لذات کا حصول چاہتے ہیں۔ مگر جو نتائج ان اغراض کے پورا کرنے سے پیدا ہوتے ہیں انکو وہ خود غرضی کی وجہ سے برداشت کرنا نہیں چاہتے مسٹر ڈایک کے بیان کے مطابق جو انجمن اصلاح قانون طلاق کا ممبر ہے ریاست متحدہ امریکہ میں ہر سال چھ ہزار عورتوں کی جانیں اس کوشش میں تلف ہوتی ہیں کہ وہ جنین کو ضائع کرنا چاہتی ہیں یعنی اسقاط حمل کی وجہ سے۔ ویسٹمنسٹر ریویو لکھتا ہے کہ چھوٹے بچوں کی موت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ بچے عمداً ضائع کردیئے جاتے ہیں جنکی ضرورت نہیں سمجھی جاتی یعنی وہ جنکے والدین غریب ہوتے ہیں مگر اکثر اور عموماً وہ ناجائز تعلق سے ہوتے ہیں جنکی سالانہ تعداد ہمارے ملک میں پچاس ہزار سے زیادہ ہے۔

"ذیل کا حیرت میں ڈالنے والا واقعہ ملفوتھ سینٹینل میں چھپا ہے۔ یہاں سے یکایک ولینڈ میں سخت بیماری عام طور پر پھیل گئی اور چونکہ یہ بیماری کسی مقام سے مخصوص نہ تھی اسلئے حکام نے یہ نتیجہ نکالا کہ پانی میں کوئی نقص ہے چنانچہ تالاب کا پانی نکالا گیا تو یہ وحشتناک بات معلوم ہوئی کہ اس تالاب میں سات سو بچوں کی لاشیں ہیں وہی پرچہ آگے لکھتا ہے اگر معصوم بچوں کا اسقدر قتل عام کلیولینڈ میں ہو سکتا ہے تو پھر تجارت اور بدکاری کے بڑے بڑے مرکزوں میں کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا سینٹ لوئس اور شکاگو کے بدکار شہروں کی کیا حالت ہوگی اور سان فرانسسکو کے عیاش شہر میں کیا کیا ناقابل ذکر باتیں نہ ہوتی ہونگی یہ سات سو لاشیں ان بدکاریوں کا ایک چھوٹا سا نشان ہیں جو ہمارے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں نسل کشی کا گناہ جو سخت درجہ کی بزدلی کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت خطرناک گناہوں میں سے ایک گناہ ہے صرف بچہ کشی تک ہی محدود نہیں بلکہ ایسی ہی سیاہ کاری کا ارتکاب اسقاط حمل کے ذریعہ بھی کیا جاتا ہے یہ خاص عیسائی بدکاریاں ہیں یعنی بکثرت عیسائی لوگوں میں پائی جاتی ہیں لیکن عیسائی بزرگ کبھی انکا ذکر نہیں کرتے"

میں ان شرمناک واقعات کے ذکر کو بڑھانا نہیں چاہتا جو شخص مفصل واقفیت ان حالات سے حاصل کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو پڑھے وہ سیاہ کاری جسکا نام تمدنی بدی رکھا جاتا ہے خطرناک طور پر عیسائی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور اسکو سب تسلیم کرتے ہیں ایک عورت مسز اشین کیمبل جو ایک مشہور مصنف ہے لکھتی ہیں میں یہ نہیں کہتی کہ ایک خاوند کی ایک ہی عورت ہونا اعلیٰ درجہ کا اصول نہیں مگر میں کہتی ہوں کہ اس زمانہ کے لوگ عملی طور پر زوج واحد کے قاعدے کو نباہ نہیں سکتے بلکہ تعدد ازواج کسی نہ کسی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے یا تو کھلا کھلا جیسا یوٹاہ کی ریاست میں اور یا پوشیدہ طور پر جیسا کہ باقی کی تمام ریاستوں میں غرضیکہ عام رواج عیسائی ممالک میں تعدد ازدواج کا ہے اور جھوٹ موٹ کا قاعدہ زوج واحد کا ایک سخت دھوکا اور منافقت ہے اور رنڈی بازی کو جھوٹ اور نفاق کیساتھ چھپایا جاتا ہے یہ امر کہ پانچ لاکھ عورت ہمارے درمیان اس قسم کی موجود ہے اور ہر ایک شہر و قصبہ میں بحصہ رسدی وہ موجود ہیں یہ کافی ثبوت ہے اس بات کا کہ ایسے خاوند جو نکاح کے معاہدے کو پوری طور پر نگاہ رکھنے والے ہوں بہت کم پائے جاتے ہیں اور عام قاعدہ کے لئے جو اسکے خلاف ہے بطور استثنا کے ہیں اب یہ تمام کی تمام عورتیں بذریعہ اغوا کسبیوں میں آکر شامل ہوتی ہیں اور یا خرید کر لائی جاتی ہیں اور پھر ہم میں سے ہی وہ مرد ہیں جو انکے اس کسب میں گذارہ کے لئے انکو روپیہ دیتے ہیں جس سے وہ پوشاک اور خوراک خریدتی ہیں اور ہم میں ہی وہ مرد ہیں جنکی وجہ سے قریباً ایک لاکھ ایسی عورتیں ہر سال تلف ہو جاتی ہیں اے مردو! جو ہمارے باپ یا بھائی ہو کب تک تم ہم سے دغابازی کرو گے تمہارا دعوے تو یہ ہے کہ تم عورتوں سے جوانمردی کا اور فیاضی کا سلوک کرتے ہو مگر عمل تمہارا اسکے خلاف ہے اور تم ہر روز ہمیں دھوکا دیتے ہو تم ظاہر میں نیکی اور پرہیزگاری کی عظمت دکھلاتے ہو مگر اپنی پرہیزگاری کا تمہیں کچھ بھی خیال نہیں ہے تم ہمیں کہتے ہو کہ ہمیں کسبیوں کے پیشہ سے نفرت ہے مگر تم ہی کسبیوں کے بازار میں جاکر پیسے دیکر عورتوں کو خریدتے ہو"

مگر ان تمام سیاہ کاریوں اور بدکاریوں کی عیسائی ممالک میں اس وجہ سے برداشت کیجاتی ہے کہ تعدد ازدواج کے خلاف انکو سخت تعصب ہے عیسائی ممالک میں ہر ایک بدکاری کی کھلی کھلی اجازت دیجاتی ہے اور اگر رد کیا جاتا ہے تو تعدد ازدواج سے ہی رد کیا جاتا ہے، زنا رنڈی بازی اور نسل کشی ان تمام بدکاریوں کو تعدد ازدواج پر ترجیح دیجاتی ہے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں دلائل کو دخل نہیں دیا جاتا اور بڑے بڑے دلائل کے شیدا اسجگہ دلیل کو نزدیک نہیں آنے دیتے بڑے بڑے فلاسفر مرد و عورت کے تعلقات کو بیان کرتے وقت عقلی دلائل کو بھول جاتے ہیں انکے نزدیک ارتکاب زنا یا اغوا یا کسبیوں کا پیشہ اختیار کرنا یا کسبیوں سے تعلقات رکھنا یا بچوں کا ضایع کرنا یہ بڑے گناہ نہیں ہیں بلکہ ان سب سے بڑا گناہ جسکی وہ برداشت نہیں کرسکتے تعداد ازدواج ہے، تمام بدکاریوں کی برداشت کیجا سکتی ہے مگر تعدد ازدواج کی کسی صورت میں برداشت نہیں کی جا سکتی اور انکے نزدیک یہی سب سے بڑی بدی ہے جس کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہیے زانی اور اغوا کرنیوالا اور گھر میں عورتیں ڈال لینے والا اور کسبیوں کے پاس جانیوالا ان کے نزدیک قابل گرفت نہیں مگر تعدد ازدواج پر عمل کرنیوالا ہر طرح پر دکھ دئیے جانیکے لایق ہے اور وہ ایسا خطرناک انسان ہے کہ اس کے پاس بھی کسی کو نہیں پھٹکنا چاہیے اور نہ اسے کسی قومی مشورہ میں شامل کرنا چاہیے۔ میں حیران ہوں کہ تعدد ازدواج کو برا کہنے والوں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی غور کیا ہے کہ آیا واقعی تعدد ازدواج زناکاری سے بدتر ہے ہرگز نہیں کیونکہ یہ ایسا عمل ہی نہیں جس میں عقل اور دلیل کو دخل دیا جاوے زانی اور اغوا کرنیوالا اور منکوحہ کے سوا کسی محبوبہ سے کھلا تعلق رکھنے والا یہ سب لوگ سوسائٹی میں عزت پانیکے قابل ہیں اور سوسائٹی سے نکالا جانیکے قابل اگر کوئی شخص ہے تو وہی ہے کہ جو ایک سے زیادہ بیویاں کرے سوسائٹی تباہ ہوجائے اور ذلت کے گڑھے میں گرجاوے مگر تعدد ازدواج کا نفرت انگیز نام کسی عیسائی کے منہ سے نہیں نکلنا چاہیئے تعداد ازدواج کی نفرت گویا ان لوگوں کے نزدیک ایک ایسی نیکی ہے جو خطرناک سے خطرناک بدکاریوں کا کفارہ ہوجاتی ہے اور یہ عذر کہ ہمیں تعدد ازدواج سے نفرت ہے اس بات کے لئے کافی ہے کہ عورتوں کو ذلیل سے ذلیل اور گندے سے گندے پیشوں کے لئے مجبور کیا جاوے

میں یہ نہیں کہتا کہ عیسائیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے ذہن میں یہ باتیں نہ آتی ہوں اور جو اس احمقانہ تعصب پر جو ان کو تعدد ازدواج کے نام سے ہے غالب نہ آگیا ہو مسٹر صاحب نے جنکی کتاب اسوقت میرے سامنے ہے اعلےٰ درجہ کی اخلاقی جرأت دکھائی ہے اور عیسائیوں کی عقل اور کانشنس کے سامنے پرزور اور پر درد الفاظ میں یہ اپیل کی ہے کہ وہ ناحق کے تعصب کو چھوڑ کر تعدد ازدواج کے سوال پر دلائل سے بحث کریں انکے بعض فقرات اس قابل ہیں کہ ان کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاوے مسٹر صاحب فرقہ مارمن کے عیسائی ہیں اور وہ ایک خط میں (جو انہوں نے ایک تعدد ازدواج کے مخالف کو مخاطب کرکے لکھا ہے) لکھتے ہیں۔

"اب اس امر کے متعلق جس کو تم لوگ تعدد ازدواج کی ناپاک رسم کہتے ہو چند واقعات اور دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اس پاک رسم نکاح کو جو تعدد ازدواج ہے سچا ماننے اور اسپر

عمل کرنیکے لئے کونسی تحریکات اور اغراض ہیں اور اسمیں ہماری کیا نیت ہے ہم یہ جانتے ہیں اور کھلے کھلے الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی زناہ کاری اور ناپاکی کے لئے ہمارے جذ قلب میں سخت درجہ کی نفرت ہے اور ہمارے نزدیک زنا کاری ایسا ہی خطرناک گناہ ہے جیسا کہ قتل۔ اور ابتدا ہی سے ہم نے اس اصول کو اختیار کیا ہے یہ ہمارے مسلمہ اصول میں سے ایک اصل ہے کہ مذہبی اور معمولی عدالتوں میں زنا کے لئے ہمارے قوانین اور قواعد میں سخت سے سخت سزا تجویز ہونی چاہیئے۔

پرانے اور نئے عہدنامے میں شروع سے اخیر تک عورتوں کے صاحب اولاد ہونے کو خدا تعالیٰ کا بڑا فضل کہا گیا ہے اور عقیم یعنی بانجھ ہونے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک نشان قرار دیا ہے مار من یا اور لوگ بڑے ہی بیوقوف اور سخت احمق ہوں اگر وہ ایک بات کو جسکو آپ لوگ وحشیانہ اور ظالمانہ طریق سے نا پاک رسم کہتے ہیں (حالانکہ وہ انسانی ترقی کی معاون ہے) محض جذبات نفسانی کے پورا کرنیکے لئے اختیار کریں خصوصاً اس حالت میں جب کہ انکی خطرناک مخالفت بھی اسی وجہ سے ہو رہی ہو درحالیکہ نفسانی اور شہوانی جذبات کو وہ دوسرے عہدنامۃ العقلیہ عیسائیوں کی طرح بڑی آسانی سے پورا کر سکتے ہیں جسمیں نہ کوئی خرچ ہی ہے نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ کوئی بُرا کہنے والا ہے اگر صرف شہوت رانی ہی اصل مقصود نکاح سمجھ لیا جاوے تو کوئی آدمی جسکی عقل چکرائی ہوئی نہ ہو اس ذمہ داری کو ناحق اٹھانا پسند نہ کریگا اسکے بچوں کے بڑے بڑے کنبے ہوں جسکو تعلیم اور تربیت دینا اور انکی پرورش کرنا اور ان کے اور انکی ماؤں کے لئے خوراک پوشش مکان وغیرہ کا انتظام کرنا اسکے ذمے ہو اور پھر ساتھ اسکے یہ باتیں اور بھی بڑھی ہوئی ہوں کہ اس کے اس فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو جرمانہ کیا جاتا ہو سزائیں دیجاتی ہوں مال و اسباب قرق کیا جاتا ہو عبادت گاہ ویران کیجاتی ہوں شہر اور بستی سے نکالے جاتے ہوں وغیرہ ہزارہا قسم کی تکلیفیں دیجاتی ہوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دانشمند لوگ یہ سب تکلیفیں اور ذمہ واریاں محض ایک نفسانی جذبہ کو پورا کرنیکے لئے اختیار کریں حالانکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اسکے ہی بھائی نفسانی جذبات کو کسقدر آسانی سے پورا کر رہے ہیں اور بڑے سے بڑے شیطانی افعال کا ارتکاب کرتے ہیں انکو کسقدر آسانیاں ہیں اور پھر ایک بڑے نام و مہذب سوسائٹی میں اکثر تعداد ایسے ہی لوگوں اور مجردوں کی ایسی ہی ہے جو بغیر کسی ذمہ واری کے اٹھانیکے اور نہایت قلیل خرچ سے اغوا زنا کاری اور ایسی ہی بدکاریوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنے جسم اور روح دونوں کو تباہ کر رہے ہیں۔

"میں ایکدفعہ واشنگٹن میں گیا ہوا تھا کہ ایک بڑے مدبر نے جو ہر قسم کی ناپاکی سے ہماری مذہبی نفرت کو خوب سمجھتا تھا سنجیدگی سے میرے پاس یہ بیان کیا کہ کانگریس کے اجتماع کے دنوں میں اس شہر میں کوئی عورت جس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہو عفت پر حملے سے محفوظ نہیں ہوتی سوائے اس آزادی کی دیوی کے جسکا بت گنبد پر موجود ہے اور وہ بھی اس لئے

محفوظ رکھا ہے کہ وہاں تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

مسٹر ایس بلیک ایکس سکرٹری کہتا ہے کہ بعض مقامات پر جہاں صرف ریاست ہائے متحدہ کی حکومت ہے حبشیوں کی عورتوں کو بطور رانڈیوں کے گھروں میں رکھا جاتا ہے شہر واشنگٹن و ضلع آدمیوں سے بھرا پڑا ہے حالانکہ انمیں سے ایک ہزار میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو جایز طور پر نکاح شدہ والدین کی اولاد ہو۔

"کون آدمی زیادہ عزت کے لایق ہے وہ جو نکاح کی ذمہ داری کو نسل انسانی کی ترقی دینے کے لئے اختیار کرتا ہے اور خوشی سے اسکی تمام پاک اور بڑی بڑی ذمہ واریوں کو جو بحیثیت والد ہونیکے اسے پیش آینگی اٹھاتا ہے اور اسطرح ان حقوق کو ادا کرتا ہے جو خدا اور ملک اور قوم کے حقوق اسکی گردن پر ہیں یا وہ آدمی عزت کے قابل ہو سکتا ہے جو محض ایک جذبہ کو پورا کرنیکے لئے ایک وقتی تعلق محبت کا جسمیں محرک صرف جوش شہوانی ہوتا ہے پیدا کرتا ہے؟

"آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ مہذب دنیا میں لاکھوں بیاہی ہوئی عورتیں ایسی موجود ہیں جو ضعیف اور عقیم ہو چکی ہیں اور جنکا عقم قابل علاج ہی نہیں پھر یہ کیسا ظلم کیسا خلاف فطرت انسانی کسقدر نا انصافی کسقدر دور اندیشی سے بعید اور خدا کے قانون اور قدرت کے قانون اور ملک اور قوم کے خلاف کیسا سخت جرم ہے کہ بڑے بڑے مشہور اور لایق آدمیوں کو تمام انکو مجبور کر کے ہمیشہ کے لئے محو کئے جائیں صرف اس وجہ سے کہ ایک عورت جس سے انہوں نے بیاہ کیا ہے عقیم ثابت ہوئی ہے یا کسی اور وجہ سے اولاد پیدا کرنیکی قابلیت نہیں رکھتی ایک آدمی جسکے کیسے زر سے پر ہیں وہ جاگیریں ریلوں کی سڑکیں بنک جہاز کارخانے سونے کی کانیں اور بڑے بڑے گلے خرید سکتا اور انکا مالک ہو سکتا ہے یہی نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں جسقدر جی چاہے محبوبہ رکھکر ان سے ناجایز تعلق رکھ سکتا ہے ... ایسے امور کے پیدا کر سکتا ہے مگر جبتک کہ اسکی قابل اولاد موجود نہ ہو ہے اسوقت تک اسبات کا ہرگز اسے اختیار نہیں کہ وہ جایز اولاد پیدا کر سکے خواہ اسکے دل میں اسکے لئے کیسی ہی تڑپ موجود ہو ایسی اولاد جو اسکے نام کو قایم رکھنے والی ہو اور اس کی وارث ہو۔"

ایک عورت کے دل میں نکاح کی خواہش ہوتی ہے اسکے متعلق مسٹر صاحب نے ایک عورت کی ہی تحریر کو نقل کیا ہے وہ کہتی ہے

"دس لاکھ عورت میں ایک بھی ایسی نہیں جسکو اگر نکاح کرنے کا موقع ملے تو وہ نکاح نہ کرے خواہ وہ دانشمند ہو یا بیوقوف امیر ہو یا غریب خوبصورت ہو یا بدصورت نکاح اسکے لئے بشرطیکہ صحیح معنوں میں نکاح ہو اعلیٰ درجہ کا بہشت ہے اور سچ یہ ہے کہ دنیا میں مرد کا بہشت بھی وہی ہے عورت دوسرے کاموں میں شاید بہت ہو سکتی ہے بڑی بن سکتی ہے مگر اس کے تمام قویٰ جو قدرت نے اسکو دئے ہیں انکی تکمیل سوائے نکاح کے نہیں ہوتی جبتک کہ وہ ایک ماں یا عورت کی محبت کے اظہار کرنیکا موقع نہیں پاتی اسکے قویٰ کا ایک حصہ بالکل بند رہتا ہے اور اسپر گویا مہر لگی رہتی ہے۔"

ان تمام شہادتوں سے ثابت ہے کہ اگر یورپ اور امریکہ کی کثرت فسق کا کوئی علاج ہے تو وہ صرف تعدد ازدواج ہے مگر افسوس ہے کہ عیسائی لوگ دق کے بیمار کی طرح جو اپنے آپکو بیمار نہیں سمجھتا اور اس لئے دوائی استعمال نہیں کرتا بدکاری کی اس

کثرت کے باوجود اپنی بیماری کو تسلیم نہیں کرتے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز اس سوسائٹی کی حالت ابتر ہوتی جاتی ہے کاش کہ وہ ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کریں اور دلوں کو تعصب سے خالی کرکے ان دلائل کو وزن کریں کہ کسبیوں کے پیشہ کی بیخکنی اسوقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ عورتوں کے لئے کوئی ایسی راہ نہ کھولی جاوے کہ انکو خاوند کرنیکی ممانعت نہ ہو خواہ وہ دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی بنکر ہی نکاح سے فائدہ اٹھا سکیں وہ عورتیں جو اپنی جنس کے لئے کوئی عزت اپنے دلوں میں رکھتی ہیں سوچیں کہ ایک غریب اور معصوم لڑکی اسیوقت بدکاری سے بچ سکتی ہے جب اسکو موقع دیا جاوے کہ وہ معززہ بیوی بن سکے ہمدردی انسانی کا دعوی کرنیوالے غور کریں۔ کہ جبتک وہ نکاح کے بارے میں اپنے قوانین کو درست نہیں کریں گے سچی ترقی ناممکن ہے کسی اصلاح سے مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ خدا جس نے امراض پیدا کی ہیں انکے علاج بھی اسی نے پیدا کئے ہیں ہاں تھوڑی سی اخلاقی جرأت بکار ہے کہ دوائی کو استعمال کیا جاوے

نوٹ اور ریویو

رسالہ جواز سود - یہ ہے تصنیف "فضل الفضلا زبدۃ الحکما مولانا سید عبد الصمد صاحب" کی گویا قرآن شریف کے حکم حرمت سود کے بالمقابل یہ رسالہ جواز سود پر لکھا گیا ہے لوگوں کی رائیں سود کے متعلق بیان کرنیکے بعد آپ ایک قول فیصل دیتے ہیں جو یہ ہے کہ اول تو جو آیت احل اللہ البیع وحرم الربوا نازل ہوئی اسمیں اعلی درجہ کا اجمال ہے دوم جو حدیثیں دربارہ مضمون آیت احل اللہ البیع وحرم الربوا کے وارد ہوئیں وہ خالی اجمال سے نہیں ہیں اور تشریح ناکافی ہے لہذا میری رائے ناقص میں یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت قرآنی احل اللہ البیع وحرم الربوا کو بھی مانند ان آیتوں کے محمل کیا جاوے کہ جسکے متعلق مفسرین تحریر فرماتے ہیں اللہ اعلم بمرادہ یعنی مانند آیات مقطعات و متشابہات کے کہ جسکے معنے ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ہمکو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ سود کو ہم جایز نہ رکھیں"۔ مگر اگر مجمل بھی ہے تو اسکے خلاف فتوی دینے کا آپکو کیا حق ہے اللہ اعلم بمرادہ کے کہنے والے کو تو چاہیے تھا کہ وہ کہتا کہ میں نہیں جانتا سود حرام ہے یا حلال نہ یہ کہ فتوی دے کہ تم سود کھاؤ ابتک تو جسقدر لوگوں نے جواز سود کی کوششیں کی ہیں وہ خاص حالات کے ماتحت سود کو جایز کرنا چاہتے تھے مگر سید عبد الصمد نے قرآن کریم کی مخالفت کے کسی پہلو کو باقی نہیں چھوڑا اور قرآن شریف کے عام حرمت ربا کے حکم کے مقابل عام جواز سود کا فتوی دیدیا یہ ہے ہمارے علماء کی حالت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ انکے نزدیک جتنا سود کوئی چاہے لے اجازت ہے کیونکہ انکے نزدیک ایک سارے کا سارا رکوع مقطعات اور متشابہات میں ہے اس طرح سے تو ہر ایک حکم کو متشابہات میں رکھا جا سکتا ہے۔ اقیموا الصلوۃ معلوم نہیں نماز کونسی تھی تیرہ سو برس کی بات ہے ایسا ہی روزے رکھنا زکوۃ دینا حج کرنا وغیرہ احکام یا ایسی حرمتیں جیسی شراب یا قمار یا زنا کا حرام کرنا ان سب کو مجمل ٹھہرا کر جواز شراب جواز قمار جواز زنا پر بھی رسالے لکھکر ایک نیا اباحتی مذہب قایم کردیں اور ابھی آپ لکھتے ہیں کہ "یہانتک جو کچھ بندہ عبد الصمد نے لکھا بامداد غیبی کے

لکھا" پھر آپ یہ لکھتے ہیں کہ حرمت سود کے حکم کی علت ظلم ہے جیسا کہ فرمایا ہے لا تظلمون ولا تُظلمون لیکن اگر پہلے معاہدہ ہو جائے کہ اسقدر روپیہ پر اسقدر سود لیا جاویگا تو ظلم نہ رہا بلکہ حق ہو گیا گویا رضامندی فریقین حرام کو حلال کر دیتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ زنا حرام ہو وہاں بھی تو رضامندی فریقین ہو جاتی ہے بلکہ کچھ پیسے اُجرت کے بھی کسبیاں لے لیتی ہیں یہ تو آپ کے نزدیک عین حلال ہونا چاہیئے اور قمار بازی کو بھی سود پر قیاس کر لو اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ربائے جاہلیت میں پہلے سود مقرر نہ ہوتا تھا یہ سراسر حماقت ہے رسالہ جواز سود لکھ مارا اور تحقیق کی یہ حالت ہے دیکھو تفسیر کبیر اما ربا النسیئة فهو الامر الذی کان مشهورا متعارفا فی الجاهلیة وذٰلک انهم کانوا یدفعون المال علیٰ ان یاخذوا کل شهر قدرا معینا و یکون راس المال باقیا۔ افضل الفضلا زبدۃ الحکما صاحب اسکے معنے اگر نہیں سمجھتے تو کسی اور سے پوچھ لیں کسی عرب کے جاہل سے ہی پوچھ آئیں۔

"**بیبل کلام اللہ نہیں ہے**" ہمنے گذشتہ سال میں عیسائی اخبار تجلی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ایک زمانہ میں عیسائی لوگ بائبل کو کلام الٰہی مانا کرتے تھے اور مسلمانوں کو چیلنج کیا کرتے تھے کہ بائبل میں تحریف کا ثبوت دیں آج نہ وہ اس کتاب کو کلام الٰہی مانتے ہیں اور نہ ہی تحریف سے خالی مانتے ہیں اسپر اخبار نور افشاں جھنجھلایا ہے اسکا تو حق تھا کیونکہ بائبل کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنے سے مشنریوں کا تو کام نہیں چلتا مگر مجھے حیرت ہے کہ مسٹر فضل نے بھی اس تحریر سے بہت کچھ پریشانی ظاہر کی ہے گویا یہ کہتے ہیں کہ بائبل کلام الٰہی نہیں ہے ہمنے تحریف کی ہے حالانکہ ہمنے* اسکے اپنے الفاظ جواب اس مضمون کے عنوان میں درج ہیں پہلے بھی لکھدئے تھے انکے صاف الفاظ یہ ہیں جنکو اب وہ سوائے اسکے کہ تجلی کے وجود کو دنیا سے نیست و نابود کیا جاوے محو نہیں کر سکتے "**بیبل کلام اللہ نہیں ہے** بلکہ اسمیں کلام اللہ کا حال درج ہے اور کلام اللہ درحقیقت خود یسوع مسیح ہے" اگر لکھتے وقت بائبل کی اسطرح اسکی پرانی عظمت چھین لینے میں راقم کو یہ خیال ہوتا کہ اب بائبل کا باقی کچھ نہیں رہا اور اسکی ساری عمارت کی بنیاد اکھڑ گئی ہے تو وہ اس قسم کی کفو کچی بات نہ لکھتا کہ "اگرچہ ہم اس یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں جسکا ذکر بائبل میں پایا جاتا ہے تاہم ہم اسے اس بنا پر نہیں مانتے کہ اسکا ذکر و شہادت بائبل میں پائی جاتی ہے بلکہ ہمارے ایمان کی بنیاد **ان فانی ورقوں سے** بالا اس روح القدس کی شہادت میں ہے جو ایمانداروں کی روحوں میں سکونت کرتا ہے" یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے چاہے ان ورقوں کو فانی کہو یا ردی کہو یہ تو آپکو اختیار ہے مگر یہ جھوٹ ہے کہ بائبل کے ان قصص سے علاوہ تمہیں اور کہیں یسوع مسیح ملا ایمانداری سے کہنا کہ جسوقت اپنے خدائے واحد کو چھوڑ کر مصلوب خدا کے نام میں

* مجھے معلوم نہیں کہ اس مضمون کے لکھنے والے مسٹر فضل ہی ہیں یا اور کوئی صاحب اگرچہ نکہ بہرحال انہیں مضمون تجلی سے اتفاق ہے اور جو کچھ اسمیں بائبل کے متعلق لکھا گیا ہے وہ اسے سچ مانتے ہیں اسلئے میں انہیں ہی مخاطب کرتا ہوں جسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایڈیٹر صاحب بدر کو ایک خط لکھا ہے جسمیں میرے اس ریویو کو سخت تحریف قرار دیا ہے منہ

نوٹ۔ یہ لکھا جا چکا تھا کہ رسالہ تجلی بھی پہنچ گیا ہے اور اسمیں بھی ایک نوٹ میں ایسی ہی سراسیمگی ظاہر کی ہے۔ منہ

بپتسمہ لیا تھا تو اسی بنا پر لیا تھا کہ بائبل کلام الٰہی ہے اور جو کچھ اسمیں یسوع مسیح کے معجزات اور تعلیم وغیرہ کے متعلق لکھا ہے وہ سچ ہے یا کسی اور بنا پر؟ اور یہ بھی ایمان سے جواب دیں کہ کتنی مدت تک پھر آپ مسیح کو صرف بائبل کی بنیاد پر مانتے رہے؟ بہر حال اگر "بائبل کلام اللہ نہیں ہے" آپ کے ہی الفاظ ہیں اور نقل میں موجود ہیں تو میں نے تحریف نہیں کی اور دوا فشاں اور مسٹر فضل کو نقل کے لکھنے والے پر ناراض ہونا چاہیے جس نے یہ لفظ لکھ دیے اور اس سے اختلاف رائے ظاہر کرنا چاہیے کہ یہ ہمارا مذہب نہیں اور ہم بائبل کو کلام اللہ مانتے ہیں

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ

یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء - زلزلہ آنیکو ہے فرمایا اسکے معنے یہ ہیں کہ اسی زلزلہ کو جو ہوا ۱۹۰۵ زلزلہ نہ سمجھو بلکہ سخت زلزلہ آنیکو ہے ۷ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ ھا اتیٰ امر تک - ۹ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ زلزلہ آنیکو ہے رب لا ترنی موت احد منھم یعنی اے میرے رب ان میں سے کسی کی موت مجھکو نہ دکھلا رب لا ترنی زلزلۃ الساعۃ (ترجمہ) اے میرے رب مجھکو زلزلۃ الساعۃ نہ دکھائیو یعنی اسکی گھبراہٹ اور فزع نہ دکھائیو پھر الہام ہوا ہمارے لئے عید کا دن - بعد اسکے یہ الہام ہوا جس سے تو بہت پیار کرتا ہے میں اس سے بہت پیار کرونگا اور جس سے تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہونگا یعنی تیرا کسی سے محبت کرنا اسکو ایسی آفت سے بچا لیگا اور تیرا کسی سے ناراض ہونا اسکو ایسی آفت میں مبتلا کرے گا اور پھر الہام ہوا اینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جسکی طرف تیرا منہ ہوگا اسی کی طرف خدا بھی منہ کریگا جس سے تجھے محبت ہو گی خدا بھی اس سے محبت کریگا اور اسے بچائیگا پھر الہام ہوا خدا نے تیری ساری باتیں پوری کر دیں یعنی خدا تمام کام تیری مراد کے موافق کریگا پھر الہام ہوا واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک - اور وہ تمام عذاب جو مخالفین منکرین ظالمین کے لئے خدا کا وعدہ ہے خدا یا تو ان میں سے کچھ تجھے دکھلا دیگا اور یا تجھے وفات دے گا اور بعد میں وہ سب کچھ پورا کرے گا - یاد رہے کہ قرآن شریف کی طرز بیان کے موافق اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ خدا میری زندگی میں مخالفین کو بشرطیکہ توبہ کے انکی زبان درازیوں اور شوخیوں کی کچھ سزا دیگا کیونکہ انہوں نے تقوے سے کام نہ لیا اور پھر الہام ہوا قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین - یعنی کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا محض خدا کے لئے ہے جو رب العلمین ہے نہ کسی اور کام کے لئے اور پھر الہام ہوا رب ارنی آیۃ من السماء یعنی اے رب میرے مجھے آسمان سے ایک نشان دکھا اور پھر زلزلہ کی طرف اشارہ کر کے یہ الہام ہوا - اکرام مع الانعام - یعنی اس نشان کے ظہور کیوقت خدا ایک عزت دیگا جس کیساتھ ایک انعام ہوگا ۱۱ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ الہام چو دور خسروی آغاز کردند ✤ مسلمان را مسلمان باز کردند - ۱۲ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ - انی مع الافواج

اٰتیک بغتۃ ولنجعل لک سھولۃ فی کل امر ان ربک فعال لما یرید ۱۳۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء (۱) مردوں کو تھنبر
جا ہو ساتھ لے جاؤ مگر عورتیں نہ جائیں (۲) انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر (۳)
ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ ۔ ۴۔ سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔
۱۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء رؤیا میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انت سلمان ومنی یا ذالبرکات
پھر الہام ہوا چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار (یعنی نشان زلزلہ) ۱۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء سقام او مبین از
راہ تحقیر بدور داشتن رسولاں را زکردند ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء (رؤیا) خواب میں دیکھا کہ میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک
درخت رکھکر لائے ہیں جو پھلدار ہے اور جب مجھکو دیا تو وہ بڑا درخت ہو گیا جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت
سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اسکے نہایت شیریں تھے اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے مگر معمولی
درختوں میں سے نہیں تھا ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا میں اُس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا
کہ آنکھ کھل گئی میری دانست میں میر ناصر نواب سے مراد خدائے ناصر ہے کہ وہ ایک ایسے عجیب طور سے مدد کریگا جو فوق العادت
ہوگی ۱۵۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء خدا نکلنے کو ہے (۲) انت منی بمنزلۃ بروزی (۳) وعد اللہ ان وعد اللہ لا یبدل۔
یعنی خدا ان پانچ زلزلوں کو لانیسے اپنا چہرہ ظاہر کرے گا اور اپنے وجود کو دکھلا دیگا اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ
میں ہی ظاہر ہو گیا یعنی تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہو گا یہ خدا کا وعدہ ہے کہ پانچ زلزلوں کے ساتھ خدا اپنے تئیں
ظاہر کریگا اور خدا کا وعدہ نہیں ٹلیگا اور وہ ضرور ہو کر رہیگا ۲۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء۔ رفیقوں کو کہدیں کہ عجائب در عجائب
کام دکھلانیکا وقت آگیا ہے۔ ۲ قال ربک انہ نازل من السماء ما یرضیک (ترجمہ) کہا تیرے رب نے کہ
تحقیق وہ آسمان سے وہ چیز اُتارنے والا ہے جو تجھے خوش کرے گی، ۲۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء فرمایا آج زلزلہ کیوقت کے لئے توجہ کی
گئی تھی کہ کب آویگا اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی اور پھر الہام ہوا رب اخر
وقت ھذا یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اسکا وقت کچھ پیچھے ڈالدے قاعدہ نحو کے مطابق ھذا کی
جگہ ھذہ چاہیے تھا مگر اسجگہ ھذا سے مراد ھذا العذاب ہے کیونکہ اصل غرض تو عذاب ہے ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آ
چکے ہیں پھر بعد اسکے ساتھ ہی یہ الہام ہوا رب سلطنی علی النار یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے
یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جاوے جسکو میں عذاب دینا چاہتا ہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو اور جسکو میں چھوڑنا
چاہوں وہ عذاب سے محفوظ ہے ۲۸۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء اخرہ اللہ الی وقت مسمی۔ اللہ تعالی نے اسمیں تاخیر ڈالدی ہے
وقت مقرر تک فرمایا چھوٹے زلزلے تو آتے ہی رہتے ہیں لیکن سخت زلزلہ جو آنیوالا ہے اسکے وقت میں تاخیر ڈالی گئی ہے
مگر نہیں کہہ سکتے کہ تاخیر کتنی ہے ۳۱۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں پچاس یا ساٹھ نشان اور دکھاؤں گا۔

۳ - اپریل ۱۹۰۶ء الہام ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ان اللہ قد من علینا درکل خواب میں مولوی عبد الکریم صاحب کو دیکھا اور میں انہیں کہتا ہوں کہ دعا کرو کہ دشمنوں پر خدا مجھے غلبہ دے" اور پھر آج دیکھا کہ وہ میرا نام لیکر کہتے ہیں کہ کیوں لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور کیوں نہیں مانتے اور بڑے جوش اور غضب سے کہہ رہے ہیں" اور پھر بیدار ہو کے میں نے دیکھا تھا کہ ایک انگریز ہمارے گھر میں داخل ہوا ہے ساتھ محمود ہے گویا تلاشی لینی چاہتا ہے اور پاس ہی میر ناصر نواب صاحب کھڑے ہیں وہ اشارہ سے مجھے کہتے ہیں کہ یہ انگریز حاکم ہے تلاشی کی غرض سے آیا ہے میں کہتا ہوں کہ اسکو تلاشی کے لئے کونسی مشتبہ چیز ہے صرف ہماری مسودات ہیں معلوم نہیں کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہو مگر نام اور محمود کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی امر مکروہ بھی ہو تو انجام اچھا ہے ایسی خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں یہ ضرور نہیں کہ تلاشی سے مراد تلاشی ہی ہو بلکہ کوئی اور پوشیدہ جستجو اس سے مراد ہو سکتی ہے جسکا انجام ظاہری بریت اور صفائی ہو واللہ اعلم بالصواب چند روز ہوئے یہ الہام ہوا تھا انا نبشرک بغلام نافلۃ لک ممکن ہے کہ اسکی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو۔ ۸ اپریل ۱۹۰۶ء یاتیک الفرج ۸ - اپریل ۱۹۰۶ء رب ارنی زلزلۃ الساعۃ (۲) یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ ۹ - اپریل ۱۹۰۶ء (۱) رب ارنی زلزلۃ الساعۃ (۲) یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ (۳) اریک زلزلۃ الساعۃ (۴) یسئلونک احق ھو قل ای و ربی انہ لحق ولا یرد عن قوم یعرضون (۵) نصر من اللہ و فتح مبین (۶) اراد اللہ ان یبعثک مقاماً محموداً (۷) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۹ - اپریل ۱۹۰۶ء وقت صبح - الامراض تشاع والنفوس تضاع ترجمہ امراض پھیلائی جائینگی اور جانیں ضائع کی جائینگی فرمایا یہ الہام پہلے بھی ہو چکا ہے اب پھر ہوا ہے اور خوف ہے کہ اس سے کیا مطلب ہے معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب کے متعلق ہے ۱۳ - اپریل ۱۹۰۶ء تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔ ۱۴ - اپریل ۱۹۰۶ء رؤیا دیکھا کہ طاعون ترقی کر رہی ہے الہام۔ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا رؤیا۔ دیکھا کہ زلزلہ آرہا ہے۔ الہام۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً ۱۵ - اپریل ۱۹۰۶ء۔ عالم رؤیا میں دیکھا کہ ایک سانپ شکل لکھ دم مار مولی میرا تعاقب کر رہا ہے اسکا پھر اکوئی دو تین گز کا فاصلہ ہے میں کھڑا ہو گیا اور اسکو کہا کہ "خدا قاتل تو باد۔ مرا از دست تو محفوظ دارد" پھر نظارہ بدل گیا میں نے دیکھا کہ میں اپنا سوار ہوں میں نے اسکی گردن کو پکڑ لیا ہے چونکہ اسکی گردن لمبی تھی اسواسطے اسنے گردن پھیر کر میرے ہاتھ کو کاٹنا چاہا ہے مگر وہ کاٹ نہ سکا اور میں نے احتیاطاً اسکی گردن سر کے قریب سے پکڑ لی ہے اور پھر آنکھ کھل گئی فرمایا کہ کوئی مخالف پوشیدہ ہمارے برخلاف منصوبے و تدابیر کر رہا ہے چنانچہ اسکے متعلق پہلے بھی مختلف الہام و رؤیا ہو چکی ہیں جیسے یہ الہام انی مع الافواج اتیک بغتۃ انی مع الرسول اقوم ونی مع الرحمن اجیبک رؤیا دربارہ تلاشی مکان وغیرہ لیکن ایسا مخالف بالآخر ناکام ہے اگر قتل کے لئے آویگا تو خود مارا جائیگا

خریداران رسالہ کی خدمت میں التماس

پہلے سال میں لکھا گیا تھا کہ جن احباب کی قیمت ۳۱ - مارچ تک وصول نہ ہو جائیگی اور نہ ہی انکی طرف سے زیادہ مہلت کی درخواست ہوگی ان سے اپریل میں پرچہ وی پی کر کے قیمت وصول کی جاویگی میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اگلے مہینہ سے یہ سلسلہ وصولیوں کا شروع کیا جاویگا بہتر ہو کہ جو احباب کچھ مہلت چاہتے ہیں وہ دفتر میں فی الفور اطلاع دیں مگر بعد میں وی پی واپس نہ کریں کیونکہ اس سے بہت حرج پہنچتا ہے۔

معاونین رسالہ :- جو احباب خریدار دیتے ہیں انکی خدمت میں التماس ہے کہ حتی الوسع یہ کوشش کیا کریں کہ قیمت بذریعہ وی پی پہلے وصول ہو جایا کرے اور اس کے متعلق ان دوستوں سے جنہیں وہ خریدار بنائیں پہلے فیصلہ کر لیا کریں۔ تا کہ بعد میں وی پی انکاری ہو کر نہ آیا کریں۔ خریداروں (دوسرا صفحہ دیکھو)